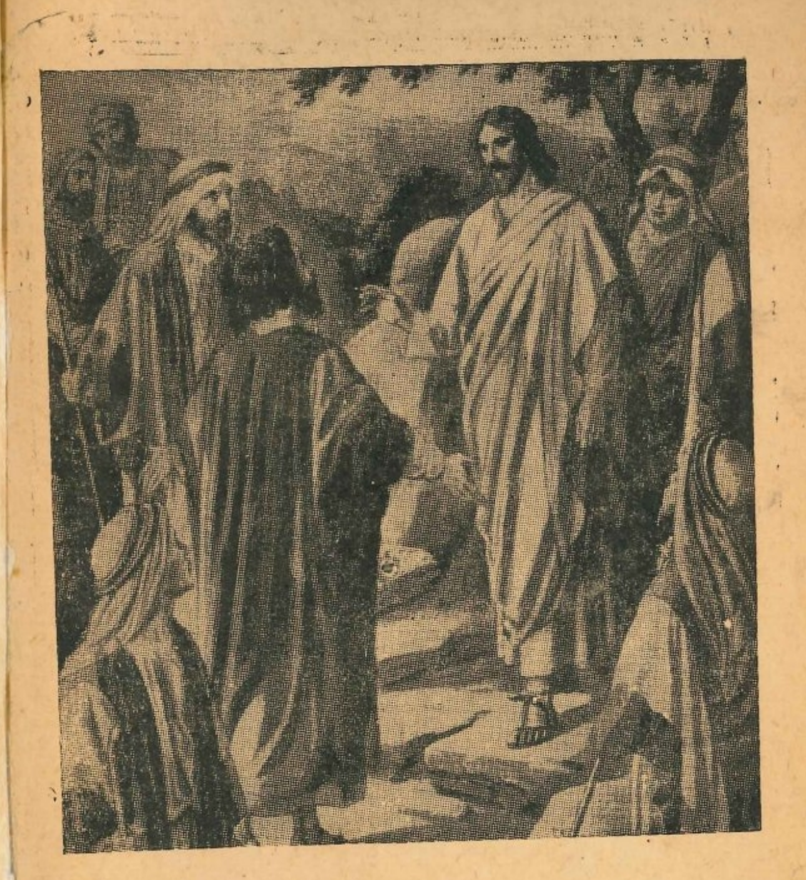
خُداوند یسُوع

کی

خُدا کے بارے میں تعلیم

کرسچن کونسل آف انڈیا اینڈ پاکستان
کے
بورڈ آف کرسچن لٹریچر کی مالی امداد کے ساتھ
مشعل پریس کھرڑ میں
باہتمام
اے۔ ایم۔ برنباس بی۔ اے پرنٹر و پبلشر چھپی

یسوع کی خُدا کے بارے میں تعلیم



The Teaching of Jesus on God.

یسوع کی خُدا کے بارے میں تعلیم

مصنّفہ

پادری ڈبلیو۔ ایم۔ رائبرن۔ ایم۔ اے۔ لٹ ڈی۔

اے۔ ایم۔ برنباس۔ بی۔ اے۔ منشی فاضل

۱۹۵۲ء

مشعل پریس کھرڑ

پہلی بار　　تعداد ۵۰۰　　قیمت ۸/

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	ابواب	صفحہ
۱	دیباچہ	ا۔ط
۲	پہلا باب خدا ہمارا باپ ہے۔	۱
۳	دوسرا باب خدا کی طرف سے معافی	۲۵
۴	تیسرا باب خدا کے مطالبات	۳۷
۵	چوتھا باب خدا کی بادشاہت	۵۱
۶	پانچواں باب خدا کا مقصد	۶۲
۷	چھٹا باب عبادت اور دعا	۶۷

یسوع کی خدا کے بارے میں تعلیم

دیباچہ

انسان کے لئے یہ از بسکہ اہم ہے۔ کہ خدا کے بارے میں اُس کے خیالات صحیح قسم کے ہوں۔ کیونکہ خدا کے بارے میں جیسے ہمارے خیالات ہونگے ویسے ہی ہم ہونگے۔ لازمی طور پر ہمارے خیالات ہمارے اعمال کا سرچشمہ ہیں۔ اِس لئے مسیحیوں کے لئے اِس سے بڑھ کر اور کوئی بات اہم نہیں کہ وہ یسوع کی خدا کے بارے میں تعلیم کا مطالعہ کریں۔ ہماری ساری مسیحی زندگی کا انحصار اس پر ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک ہم یسوع کی خدا کے بارے میں تعلیم کو اُس حد تک نہ سمجھیں جس حد تک ہمارے لئے ممکن ہے۔ تو ہم حقیقی مسیحی نہیں ہو سکتے۔ لوگوں پر خدا کو ظاہر کرنا وہ کام تھا۔ جو یسوع اِس دُنیا میں کرنے کے لئے آیا۔ اُس کے پیرو ہوتے ہوئے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں۔ کہ خدا کے بارے میں وہ کیا خیال رکھتا تھا۔

یسوع نے خدا کے بارے میں سکھایا یعنی اُس نے بہت سی باتیں کہیں۔ اور کئی ایک تمثیلیں بیان کیں جن کے ذریعے اُس نے انسانوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ خدا کیسا ہے۔ اِس تعلیم کا یعنی یسوع کے الفاظ کا مطالعہ ہمیں کرنا چاہئے۔ لیکن یسوع نے محض باتوں ہی سے یہ آشکار نہیں کیا کہ خدا کیسا ہے۔ ایک اچھا اُستاد اپنی زندگی سے اگر زیادہ نہیں تو اِتنا ضرور سکھاتا ہے جتنا وہ اپنے لفظوں سے۔ یسوع کے متعلق تو یہ بات بالکل سچ ہے۔ پس اگر ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے

ہیں کہ اُس نے ہمیں خدا کے بارے میں کیا سکھایا تو ضرور ہے کہ ہمیں اُس کے الفاظ کے علاوہ کسی اور شے کا بھی مطالعہ کرنا پڑیگا۔ ہمیں اس بات کا مطالعہ کرنا ہوگا کہ وُہ کس طرح عمل کرتا تھا۔ اور جو لوگ اُس کے پاس آتے تھے اُن سے کیسا سلوک کرتا تھا۔ خُدا کے بارے میں مسیحی خیال نہ صرف اُس تعلیم سے بنتا ہے۔ جو یسوع نے دی۔ بلکہ اُس سے بھی جو کچھ اُس نے کیا۔ اگر کوئی مسیحی خُدا کے بارے میں کہنا چاہتا ہے کہ خُدا کیسا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ خُدا مسیح جیسا ہے۔ اگر ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ خُدا کے بارے میں مسیحی عقیدہ کیا ہے تو ہم مسیح کی زندگی اور اُس کی تعلیم کی طرف رُجوع کرتے ہیں۔

یسوع خُدا کو اپنی زندگی سے ظاہر کر سکا۔ کیونکہ وہ خُدا کے ساتھ رہتا تھا۔ وُہ خُدا کے ساتھ اس طرح قدرتی طور پر رہتا تھا۔ جس طرح ایک لڑکا اپنے زمینی باپ کے ساتھ رہتا ہے۔ اُس کا آسمانی باپ یسُوع کے لئے ایک اعلےٰ حقیقت تھا۔ خُدا کے علاوہ اور اُس سے الگ کوئی بات اُس کے خیال میں آ نہیں سکتی تھی۔ یسُوع روزبروز لفظی معنوں میں خدا کی حضوری میں رہتا تھا۔ اور زندگی کے تمام واقعات میں خواہ وُہ چھوٹے ہوتے یا بڑے خُدا کی اُن میں دلچسپی اور فکر ایک مسلّمہ حقیقت تھی۔ یسُوع کے لئے زندگی میں کوئی تقسیم نہ تھی۔ یعنی اُس کے لئے زندگی میں دینی اور دنیوی کی تمیز نہ تھی۔ اُس کے ذہن میں کوئی بات نہیں آ سکتی تھی۔ جس کا خدا سے تعلق نہ ہوتا۔ سچ تو یہ ہے کہ دینی اور دنیوی کی تقسیم انسان کی قائم کردہ ہے۔ اور قانُونِ فطرت کے مطابق نہیں۔ جتنا زیادہ ہمیں یسوع کا قُرب حاصل ہوتا جائیگا۔ اتنی ہی زیادہ یہ تمیز ہمارے ذہنوں سے دُور ہوتی جائیگی۔ یسُوع کے لئے ہر بات میں خُدا موجود تھا۔ یسُوع کے لئے خُدا اُس کے تجربے کی ساری وُسعت میں باپ تھا۔ زندگی

میں کوئی ایسا امر نہیں تھا۔ جس سے خُدا خارج ہوتا۔ یا جس میں اُس کا حصّہ نہ ہوتا۔ خُدا کے متعلق اُس کا تجربہ عبادت اور دُعا تک ہی محدود نہ تھا۔ اور نہ عبادت کی خاص جگہوں اور خاص خاص رسوم تک محدود تھا۔ ہر جگہ اور ہر شے میں اُس کو خُدا کا تجربہ ہوتا تھا۔ ساری دُنیا اور مافیہا خُدا کی تھی۔ جب زندگی اس رویّہ کے مطابق بسر ہوتی ہے۔ تو روزمرّہ کا تجربہ مذہبی تجربہ ہوتا ہے۔

خداوند کی سب سے بڑی خصُوصیّت اُس کی زندگی کی عام چیزوں سے گہری دلچسپی۔ اِن چیزوں کو خُدا سے تعلق دینے کا طریقہ تھا۔ اپنی تمثیلوں میں وہ عام زندگی کے مناظر لیتا ہے۔ اور وہاں خُدا کو آشکار کرتا ہے۔ امیر کے دروازے پر فقیر۔ بڑھیا کی دمڑی۔ ایک سگھڑ بیوی کا کھوئے ہوئے سکّہ کو ڈھونڈھنا۔ ایک گڈریا اور اُس کا گم شدہ بھیڑ کو کھوجنے جانا۔ مچھلیاں اور ماہی گیر۔ بیج بونے والا۔ اور اس کا کام۔ تاجر اور اُس کا لین دین۔ بادشاہ اور غلام۔ آقا اور خادم۔ بچے اور اُس کے کھیل۔ شادیاں اور شادیوں کی ضیافتیں ان سب باتوں میں یسوع کو خُدا نظر آتا ہے اور ان سب باتوں سے وہ اسباق اخذ کرتا ہے۔ ہر بات جو واقع ہوتی ہے۔ ہر سوال جو اُٹھتا ہے۔ یسُوع اُس کو خُدا سے تعلّق دیتا ہے۔ زندگی کی اصلی حقیقت خدا کی حقیقت تھی۔ خُدا کی مرضی حقیقی اصلیّت تھی۔ ہر شے کو اِس کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے۔ یوُں یسُوع نے اپنی زندگی سے جو لفظی معنوں میں خُدا کی حضوری میں بسر ہوتی تھی ہمیں دکھایا کہ خُدا کیسا ہے۔

چونکہ زندگی میں یسُوع کو خُدا کا اتنا گہرا تجربہ حاصل تھا۔ اِس لئے جب وہ تعلیم دیتا تھا۔ تو خُدا کو حقیقی بنا دیتا تھا۔ عین جس طرح وہ زندگی میں خُدا کی حضُوری میں رہتا تھا۔ اِسی طرح اپنی تعلیم میں خُدا کو زندگی سے تعلق دیا۔

یہ دو طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ کس طرح اعلےٰ اور عظیم مذہبی سچائیوں کا زندگی کی ادنےٰ سے ادنےٰ اور سادہ سے سادہ ضرورتوں کے ساتھ تعلق ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ یہ دکھایا جائے کہ زندگی کے سادہ سے سادہ تجربوں میں اعلےٰ سے اعلےٰ سچائیوں اور بلند ترین فرائض کے معنی پائے جاتے ہیں۔ پہلا طریقہ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ اور اِس کی اعلےٰ مثال پہاڑی وعظ میں ملتی ہے۔ جہاں آسمان کی بادشاہی کی راستبازی کے اعلےٰ اُصول روزمرّہ کے عملی خطرات کے پہلو بہ پہلو لائے جاتے ہیں۔ یہ خطرات ہیں۔ غُصّہ۔ ناپاکی۔ کینہ توزی۔ ریاکاری۔ حرص اور غیبت۔ ہمارا خداوند اِن گناہوں کی مذمت نہیں کرتا۔ بلکہ ان کے سامنے وُہ سچی راستبازی کی برکات رکھتا ہے۔ اور یوُں دکھاتا ہے کہ ہم کس طرح اپنی الہٰی میراث کو کھو رہے ہیں۔ آخر میں وُہ لوگوں کو اپنے ہی اچھے ارادوں میں مگن نہیں بلکہ خدُا کے حضوُر میں چھوڑتا ہے۔

تاہم تعلیم دینے کے لئے اُسے دوسرا طریقہ زیادہ پسند ہے۔ وہ ہر طرح کے عام واقعات سے دوچار ہوُا۔ یعنی ایسے واقعات سے جو دوسروں کو محض بے معنی اور شاید ناگوار محسوس ہوتے۔ اُس سے ہر طرح کے اوچھے اور بعض اوقات اخلاص سے خالی سوال پوچھے جاتے تھے اور وہ اِن کو ایسی تمثیلوں کے ذریعے مثلاً مُسرف بیٹے کی تمثیل۔ نیک سامری اور کھوئی ہوئی بھیڑ کی تمثیل۔ خُدا کی بادشاہت کی بلندیوں میں اُٹھائے جاتا تھا۔ خواہ وہ حماقت آمیز رقابت ہوتی کہ خدا کی بادشاہی کی رُوح اور اُس کی اپنے تمام بچوں کے لئے فکر کا اظہار کرتا ہے۔ اور آخر خداوند کی ضیافت بھی کیا ہے۔؟ مادّیت کے عام ترین استعمال سے روحانیت کی اعلےٰ ترین بلندیوں میں پہنچ جانا۔

یوُں مسیح نے زندگی کی تمام باتوں میں خدا کو پایا۔ وُہ زندگی سے شروع کرتا۔ اور خدُا کے ساتھ ختم کرتا ہے۔ لیکن دونوں کا تار و پوُد ایک ہے ایسا کہ اُس کے سُننے والوں کے لئے یہ ممکن نہ تھا۔ کہ وُہ خدُا کو زندگی سے الگ کر سکتے۔ یوُں خدُا حقیقی بن جاتا ہے۔ اور اِسی طرح یسُوع نے خدُا کو ہمارے لئے حقیقی بنایا۔

یسُوع کو خدُا کی ہستی ثابت کرنے کی فکر نہیں۔ بلکہ وُہ اُس خدا کی طبیعت کا اظہار کرتا ہے جس کی ہستی اُس کے اور اُس کے سُننے والوں کے لئے ایک امرِ مشترک ہے۔ اُس کا مقصد خدُا کو جزوِ ایمان ٹھہرانا نہیں بلکہ مقصد ایمان ثابت کرنا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے خدُا کی ہستی کو ممکن ثابت کریں مگر اُس نے لوگوں کے لئے خُدا کو حقیقی بنا دیا۔

یہی وجہ ہے کہ یسوع کی تعلیم اتنی براہِ راست ہے۔ وہ سیدھا نقطہ کو پیش کرتا ہے۔ اور وہ ہے خدا اور اُس کا فرد کی زندگی سے تعلق۔ یسُوع کو یہ اعلےٰ قدُرت حاصل تھی۔ کہ وہ اپنی تعلیم میں زندگی بھر دیتا تھا۔ اُس کے معنوں اور اس کے مضمون میں کبھی کسی قسم کا شُبہ نہیں ہوتا تھا۔ اس میں نہ کِسی قسم کی حاشیہ آرائی ہوتی اور نہ کوئی دُور از کار بات ہوتی۔ اور نہ لفظی ہیر پھیر میں کسی طرح کی بے یقینی کو چھپایا ہوُا ہوتا اُس کی تعلیم پر اصطلاحات اور علمی بحث کا رنگ چڑھا ہوُا نہیں ہوتا تھا۔ یہ سادہ اور سیدھی ہوتی تھی۔ اُس کے سننے والوں کو اُس کا مطلب سمجھنے میں کوئی دِقت پیش نہیں آتی تھی۔ بشرطیکہ وہ سمجھنا نہ چاہتے۔ نوجوان دولت مند کے دل میں کوئی شُبہ نہ تھا۔ کہ یسُوع کا کیا مطلب ہے۔ یہوُدی حاکم اچھی طرح جانتے

تھے۔ کہ تاکستان کی تمثیل سے اُس کا کیا مطلب ہے۔ عالم شرع کے سوال کا نیک سامری کی تمثیل سُنا کر ایسا جواب دیا گیا کہ عالمِ شرع کے دل میں کوئی شُبہ باقی نہ رہا۔

یسُوع کی تعلیم کے ایسا براہِ راست ہونے کا باعث یہ تھا۔ کہ وہ ایسی بات کے بارے میں تعلیم دے رہا تھا۔ جو اُس کے لئے ایسی حقیقی تھی جیسی کہ وہ زمین جس پر وہ چلتا پھرتا تھا۔ اور وہ کھانا جو وہ کھاتا تھا۔ وُہ ہر بات کا تعلق خُدا کی سچّائی اور اُس کے زندگی کے ساتھ رشتہ سے پیدا کرتا تھا اور اس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ وُہ خدا کو لوگوں کے لئے حقیقی بنا دیتا تھا۔ اُس کی سیدھے اور سادہ لفظوں میں تعلیم اور ایسے خیالات جن کو کم سے کم تعلیم یافتہ شخص بھی سمجھ سکتا تھا۔ ایسے کامیاب ہوئے کہ ان لوگوں کی زندگی میں خُدا آگیا جن کو اچھوت اور حقیر سمجھا جاتا تھا۔ گو وہ خدُا کے فرزند تھے۔

تو مطلب یہ ہے کہ یسُوع کی تعلیم اور زندگی میں یکتائی تھی۔ وہ دونو ایک ہی شے تھے۔ ایک بات جس نے یسُوع کو اعلےٰ ثابت کیا وہ یہ تھی۔ کہ یسُوع نے اپنی تعلیم کو اپنی زندگی سے عملی طور پر پیش کیا۔ اُس کی زندگی اس کی تعلیم کی ٹھوس تفسیر تھی۔ اُسے یہ کہنے کی ضرُورت نہیں پڑتی تھی۔ جیسا کہ ہمیں کہو کچھ وُہ سکھاتا تھا۔ وُہ ایک ایسا نصب العین تھا جس پہ وہ خود زندگی میں عمل نہیں کر سکتا تھا۔ یسُوع مسیح میں لوگوں کو اُس کی تعلیم کی قدر و قیمت نظر آتی تھی۔ کیونکہ اُس

کی زندگی اور تعلیم دونوں ایک تھیں۔ یسُوع نے لوگوں کو خدُا کے بارے میں تعلیم دی لیکن اس سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ اُس نے اپنی زندگی سے یہ دکھا دیا۔ کہ خدُا کیسا ہے۔

خاص طور پر یسُوع نے ہمیں دکھایا کہ مردوں اور عورتوں کے ساتھ خُدا کا رویّہ کیسا ہے۔ اور اُس کے طریقے کیسے ہیں۔ یسُوع کی زندگی اور اُس کی موت میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ خدُا کس طرح عمل کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اُس کا مقصد لوگوں کو نجات دینا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خُدا بدی کا ناس کس طرح کرتا ہے۔ وُہ بدکاروں کے خلافِ تشدد استعمال کر کے ایسا نہیں کرتا۔ خدُا یسُوع کی طرح ان کو جو کھو گئے ہیں۔ ڈھونڈھتا ہے۔ وہ لوگوں کے دلوں کی نفرت اور بدی کو محبت اور خیر اندیشی (نیک مرضی) میں بدل دیتا ہے۔ یہ کام خدُا جیسا کہ یسُوع نے ہمیں دکھایا۔ اُس تمام دُکھ کو جو بدی کے باعث ہوتا ہے برداشت کر کے انجام دیتا ہے۔ اس کے صِلے میں وہ بدکاروں کو مدد دینے اور ان کی خدمت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یسُوع مسیح میں ہم دیکھتے ہیں کہ کِس طرح محبّت کی۔ دُکھ جھیلنے اور برداشت کرنے والی محبّت کی قوّت بُری مرضی کو مسخر کر لیتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یسُوع لڑنے اور تباہی مچانے کی بجائے کس طرح مرنے کو تیار تھا۔ عین اُسی طرح جس طرح یسُوع لوگوں کو خدُا باپ کے پاس واپس لانے کے لئے صلیب پہ چڑھنے کے لئے تیار تھا خدُا اپنے فرزندوں کے لئے دُکھ اُٹھانے کو تیار ہے۔ خدُا

مجبور نہیں کرتا۔ وہ ناس نہیں کرتا۔ وہ اپنی عظیم محبّت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ تاکہ یہ محبّت جو سب سے بڑی طاقت ہے۔ بدکار انسانوں کو نہیں بلکہ اُن کی بدی کا ناس کر دے۔ صلیب پر سے یسوع نے ہمیں دکھایا کہ خُدا کیسا محسوس کرتا ہے اور اُن کو بچانے کے لئے جو گناہ کے پنجے میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ وہ کہاں تک جانے کو تیار ہے۔

یوں جب ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ یسوع نے ہمیں خُدا کے بارے میں کیا تعلیم دی۔ تو ہم دونوں باتوں کا مطالعہ کریں گے کہ اس نے کیا کہا۔ اور اس نے کیا کیا۔ اُس کی تعلیم اور اُس کی زندگی ؞

پہلا باب

خُدا ہمارا باپ ہے

ا۔ خُدا کی اُبوّیت

یہ عقیدہ کہ خُدا ہمارا باپ ہے۔ کوئی ایسا نیا خیال نہیں تھا۔ جو یسوع خداوند نے ہی مردوں اور عورتوں کے سامنے پیش کیا ہو۔ ابتدائی یہودیت سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ کہ خُدا کی پدریت کا خیال ربّیوں کی تعلیم میں اُبھری ہوئی جگہ رکھتا تھا۔ اور اُن کی تعلیم میں یہ ایک عام مضمون تھا۔ "آسمانی باپ" کا فقرہ جو خُدا کے لئے آیا ہے۔ اُس تعلیم سے پہلے عام استعمال میں آتا تھا۔ جو تعلیم یسوع نے دی۔ اور پہاڑی وعظ میں پائی جاتی ہے۔ بعض قدیم یہودی دُعاؤں میں خدا کو "ہمارے باپ" سے مخاطب کیا گیا ہے اور ربّیوں کی تعلیم کے بہت سے اُچھوتے اور اعلیٰ خیالات کا مرکز خُدا کی اُبوّیت کا عقیدہ ہی ہے۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ کہ مشکل اور دُکھ کی مایوسی کی گھڑیوں میں اس سوال کا کہ "کون ہماری مدد کریگا"۔ ایک ہی جواب تھا۔ اور وہ تھا "ہمارا باپ جو آسمان میں ہے۔"

پس جب یسوع نے خُدا کو باپ کہا اور یہ سکھایا کہ خُدا ہمارا باپ ہے۔ تو وہ اپنے سُننے والوں کے سامنے کوئی ایسا نیا خیال پیش

نہیں کر رہا تھا۔ جس سے وہ قطعی طور پر ناآشنا تھے۔ خُدا کی ابوّیت کے اِس عقیدہ میں کوئی انقلابی خیال نہیں تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابلِ اعتراض ہوتی۔ وہ اپنی تعلیم میں ایک ایسی بات شامل کر رہا تھا۔ جو انبیا اور حقیقی مذہبی لیڈروں کے ایمان اور عقیدہ میں بہت سالوں سے چلی آتی تھی۔

اگرچہ خُدا کی ابوّیت کے عقیدہ میں جس کی تعلیم خداوند یسوع نے دی۔ کوئی نیا خیال نہیں تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ جوں جوں سال گزرتے گئے۔ اور مسیحیت ترقی کرتی گئی یہ عقیدہ مسیحیت کا مرکز بن گیا۔ گو یہ خیال نیا نہ ہو۔ مگر اس پر نیا زور دیا گیا۔ اس کو نئی جگہ دی گئی۔ اور اس میں نیا مفہوم اور نئے معنی پیدا کر دئے گئے۔ اُس تعلیم کی بنا پر جو یسوع نے دی۔ اور اُس رشتہ کی بنا پر جو یسوع خُداوند خدا کے ساتھ رکھتا تھا۔ ہمارے لئے خُدا کا عام خطاب "ہمارا باپ" ہے۔ اور جب ہم نیا عہد نامہ پڑھتے ہیں۔ تو ہم کو محسوس ہوتا ہے کہ "باپ" کسی عقیدہ کا محض ایک فقرہ نہیں تھا۔ جس کو طوطے کی طرح رٹنا کافی تھا۔ یا جس کے ساتھ ذہنی طور پر متفق ہو جانا کافی تھا۔ یہ خُدا کے لئے ایک خطاب ہی نہ تھا۔ بلکہ یہ ایک زندہ حقیقت تھی۔ جو تجربے پر مبنی تھی۔ اور زندگی میں نئے معنی پیدا کرتی تھی۔ یسوع نے خُدا کی ابوّیت کے بارے میں ایسی تعلیم دی۔ اور اُس کو ایسا عیاں کیا کہ اِس سے مردوں اور عورتوں کو نئی شانتی نیا ایمان۔ نیا اعتماد اور نئی مسرت حاصل ہوئی۔ یہ تھا ایک ایسی تعلیم کا نتیجہ جو بذاتِ خود خُدا کے ساتھ یسوع کے حقیقی اور زندہ تعلق کا نتیجہ تھی۔ جس کی تعلیم اس نے ان لوگوں کو دی جن کا اُس کے ساتھ واسطہ تھا اور خاص طور پر جس کی تعلیم اور مکاشفہ اُس نے اپنے شاگردوں کو دیا۔

کیونکہ اُسی وقت جب کہ یسوع اپنے شاگردوں کے درمیان ہوتا تھا وہ زیادہ تر خُدا کو باپ کہہ کر خطاب کرتا تھا۔

مرقس رسول کی انجیل میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یسوع نے چار دفعہ خُدا کو باپ کہا ہے۔ ایک بار دُعا میں۔ مرقس ۱۴: ۳۶۔ دو بار اُن اقوال میں جو شاگردوں کے لئے ہیں۔ مرقس ۱۱: ۲۵؛ ۱۳: ۳۲۔ اور چوتھی بار اُس قول میں ہے۔ جس میں غالب طور پر شاگردوں سے خطاب ہے۔ مرقس ۳۸:۸ متی رسول کی انجیل میں اور لوقا رسول کی انجیل میں بھی جب خداوند یسوع خُدا کو باپ کہتا ہے۔ تو اکثر ایسے اُس وقت کرتا ہے۔ جب کہ وہ شاگردوں سے مخاطب تھا۔ پس اس عام نتیجہ کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یسوع نے اپنے شاگردوں کے علاوہ کہیں اور خُدا کو "باپ" شاذ و نادر ہی کہا ہے۔ ایسا بھی لگتا ہے۔ کہ پطرس کے اقرار کے بعد ہی یسوع نے اپنے شاگردوں کے ساتھ یوں کلام کرنا شروع کیا۔ وہ تمثیلیں بھی جن میں خُدا کی ابوّیت کے خیال کی تعلیم دی گئی ہے۔ گو الفاظ میں اُس کا اظہار نہیں۔ پطرس کے اقرار کے بعد ہی آتی ہیں۔

خُدا کی ابوّیت پر یہ زور زیادہ تر اُس تعلیم کی بنا پر نہیں جو ہمیں "اجمالی اناجیل" "Synoptio Gospels" میں ملتی ہے۔ بلکہ یوحنا کی انجیل پر۔ مرقس کی انجیل میں چار دفعہ۔ متی میں تئیس دفعہ۔ لوقا میں چھ دفعہ اور ماخذ میں آٹھ یا نو بار یسوع خُدا کو باپ کہتا ہے۔ لیکن یوحنا کی انجیل میں خُدا کو ایک سو سات بار یہ خطاب دیا گیا ہے۔ اور یوحنا کے مقابلتاً مختصر خطوط میں "باپ" سولہ بار استعمال کیا گیا ہے۔ بمقابلہ پولس کے تمام خطوط کے جہاں صرف اکتالیس بار یہ

خطاب مستعمل ہے۔ پس ہم یوحنا کی انجیل اور دیگر نوشتوں کے ممنون ہیں کہ ہم مسیحیوں کے لئے خدا کا قدرتی نام "باپ" ہے۔ اِس انجیل کے بعد پہاڑی وعظ کا درجہ آتا ہے۔ کہ اُس نے خدا کو "باپ" کہنے کے لئے ترغیب دلائی ہے ابتدائی کلیسیا میں بلاشبہ اِس بات کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ کہ "باپ" کا مطلب یسوع کے لئے اُس سے کہیں زیادہ تھا۔ جو اس اصطلاح کے کم استعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ تاہم ایک مشکل دکھائی دیتی ہے۔ متی اور یوحنا سے یہ اشارہ ملتا ہے۔ کہ "خدا کی اُبوّیت" یسوع کی تعلیم اور خیال کی ایک کنجی ہے جبکہ زیادہ قدیم ماخذ مرقس اور ۔ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یسوع اس اصطلاح "باپ" کے استعمال پر مائل نہیں تھا۔ اور جب اُس نے اس کا استعمال کیا بھی۔ تو اپنی خدمت کے ختم ہونے کے قریب کیا۔ اور وہ بھی سننے والوں کے ایک محدود دائرے میں۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

ہم یہ سوال پوچھ سکتے ہیں۔ کہ یسوع اُس بات کے بارے میں جو اُس کے اپنے زمانہ کے دینی خیالات (الہیات) اور تعلیمات میں علم تھی۔ کیوں خاموش تھا؟ مگر یہی تو سارے بھید کی کنجی ہے۔ یسوع کے لئے یہ عام بات نہ تھی۔ اُس کے لئے یہ محض عقیدہ نہیں تھا۔ خدا باپ کی حیثیت سے اُس کے لئے سب کچھ تھا۔ خدا کی اُبوّیت اُس کے مذہبی تجربے کی جان تھی۔ خدا باپ کی حیثیت سے اُس کے لئے زندگی کی اصلی اور زندہ حقیقت تھی۔ اُس نے خدا باپ کو اپنے قریبی شاگردوں کیلئے حقیقی بنا دیا اور یہ بات زیادہ تر تعلیم۔ تقریر یا دلیل کے ذریعے وقوع میں نہیں آئی بلکہ اُنہوں نے محسوس کیا کہ خدا باپ ہی اُس کی زندگی میں ایک اعلےٰ حقیقت تھا۔ جب ہم خداوند یسوع کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو یہ بات ہمارے دل پر نقش ہوتی جاتی

ہے کہ اُسکی زندگی میں خدا باپ ایک حاضر اور زندہ حقیقت تھا۔ اپنے بپتسمہ کے وقت۔ اپنی خدمت کے دوران میں۔ گتسمنی میں۔ صلیب پر۔ یسوع کو خدا کی حضوری و حقیقت کا احساس تھا۔ اِسی زندہ حقیقت کی اُس نے اپنے اقوال اور زندگی سے تعلیم دی۔ اِسی سے اُس کا خدا باپ پر کامل ایمان اور اپنے باپ کی مرضی کے لئے لاکلام اطاعت وجود میں آئی۔

یوں ہمیں اپنے سوال کا ایک بہت ہی سادہ جواب مِل جاتا ہے۔ "باپ یسوع کی زندگی میں ایک اعلیٰ حقیقت ہے۔ اُس کا باپ کے متعلق تجربہ ایک ایسی گہری اور مؤثر شے ہے کہ ہر کس و ناکس سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ صرف اُنہی لوگوں میں اس کا ذکر ہو سکتا ہے۔ جو اِس کے سننے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ حقیقت اُس کے کلام اور کام میں اِس طرح جلوہ ریز ہے۔ کہ جو اُسے دیکھتے ہیں۔ وہ باپ کو دیکھتے ہیں۔ جو کچھ وہ ہے۔ اُس سے باپ لوگوں کے لیے حقیقی بن جاتا ہے۔ بیٹا ہوتے ہوئے وہ باپ کو ظاہر کرتا ہے اِس طرح کہ خدا کے جلال کے عرفان کی شعاعیں یسوع مسیح کے چہرے میں دکھائی دیتی ہیں۔ دیگر ساری باتیں اِس ایک مرکزی حقیقت کی فروعات ہیں۔ یہاں تک کہ وہ تعلیم بھی جو یسوع نے باپ کی طبیعت کے بارے میں دی اہمیت کے لحاظ سے بیٹے میں باپ کے مکاشفے سے کم ہے اصل میں ان میں سے بعض اقوال کی قوت اس میں نہیں کہ وہ باپ کے بارے میں کوئی نیا عقیدہ پیش کرتے ہیں۔ بلکہ اُن کی قوت کا سرچشمہ اُس تجربہ کی گہرائی اور اصلیت ہے جو اُن کے پیچھے ہے۔"

اگر اب ہم اُس براہ راست تعلیم کی طرف رجوع کریں جو یسوع نے خدا باپ کے متعلق دی تو ہمیں یسوع کے اُس مفہوم کا پتہ چل جائیگا جو اُس خیال میں ہے جبکہ

وُہ خُدا کو باپ کہتا ہے۔

ب۔ خُدا ایک محبّت کرنیوالا باپ ہے

آیئے ہم پہلے مسرف بیٹے کی تمثیل کا مطالعہ کریں۔ لوقا ۱۵: ۱۱-۳۲
اِس تمثیل میں یسُوع ہمارے سامنے ایک باپ کا سراپا پیش کرتا ہے۔ تاکہ یہ دکھا سکے۔ کہ خُدا کا مردوں اور عورتوں کے ساتھ کیا رویہ ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے۔ جس سے ہمیں تعلیم ملتی ہے۔ کہ خُدا محبت ہے اور کہ وہ اپنے بچّوں سے پیار کرتا ہے۔ خواہ وہ کچھ کریں اور اُس سے کتنی ہی دُور کیوں نہ چلے جائیں اور اپنے اعمال سے خواہ اُس رشتہ کو جو وہ اپنے اور ہمارے درمیان چاہتا ہے۔ کتنا ہی کیوں نہ توڑیں۔

اِس تمثیل میں ہمارے سامنے ایک ایسے گھر کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ جو ایک بیٹے کی خود غرضی اور خود سری کے باعث ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔ گو باپ بیٹے کو از حد پیار کرتا ہے۔ لیکن وہ اُس کو دبانا نہیں چاہتا۔ اور نہ زبردستی اُسے اُس کام سے روکنا چاہتا ہے۔ جو بیٹا کرنا چاہتا ہے۔ اگر وہ جانا چاہتا ہے تو کوئی مزاحم نہیں۔ کوئی اُس کو نہیں روک سکتا۔ باپ اُس کو وہ مادی برکات دینے سے بھی انکار نہیں کرتا جو اُسے اُس وقت ملتیں اگر وہ گھر میں ہی رہتا۔ وہ اُسے یوں نہیں کہتا کہ "اگر تم جانا چاہتے ہو۔ تو شوق سے جاؤ لیکن میری جائیداد میں سے تمہیں لے جانے کے لئے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی"۔ وہ اپنے بیٹے کو وہ سب چیزیں دیتا ہے۔ جو بیٹا مانگتا ہے۔ پس بیٹا چلا جاتا ہے۔ گو باپ کو انجام کا پتہ ہے۔ لیکن اُس کی محبّت اُس کے بیٹے کو اُس بات کو کرنے کے لئے مجبور نہیں کرتی۔ جو بیٹا خود کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ یقیناً محبّت کا سب سے بڑا امتحان جو ہمارے تصوّر میں آسکتا ہے۔ وہ ایسی صورتِ حالت سے دوچار ہونا ہے جبکہ ہم ایک شخص کو خطرات کو جانتے ہوئے آزادی دے سکتے ہیں۔ یا جہاں ہم ایک شخص پر اپنی مرضی ٹھونس سکتے ہیں تاکہ ہم اُس شخص کو ایسا فیصلہ کرنے سے روک سکیں۔ جس کے نتائج خطرناک ہو سکتے ہیں۔ اِس کہانی میں باپ حقیقی محبّت کی راہ اختیار کرتا ہے۔ اور بیٹے کو خود انتخاب کرنے کی آزادی دے دیتا ہے۔

وہی ہُوا جس کی توقع تھی۔ جو راہ بیٹا اختیار کرتا ہے وہ بربادی کی راہ ہے۔ وہ اپنے باپ کا سب مال اُڑا دیتا ہے اور اُس کی حالت بد سے بدتر ہوتی جاتی ہے۔ اُس کو اپنے پرانے گھر۔ اپنے باپ اور اپنے باپ کی محبّت کی یاد آتی ہے۔ لیکن وہ اس قدر شرمندہ ہے۔ کہ اُس میں واپس جانے کا حوصلہ نہیں۔ آخر حالات اِس قدر بگڑ جاتے ہیں کہ وہ فیصلہ کرتا ہے۔ کہ گو وہ گھر میں بیٹا ہونے کے تمام حقوق کھو چکا ہے۔ لیکن وہ کوشش کرے گا۔ کہ اُسے اُس گھر میں جہاں وہ پہلے بیٹا تھا۔ اب خادم کے طور پر رکھ لیا جائے۔ وہ اپنے پرانے گھر کا رُخ کرتا ہے اور اس طرح گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے کہ کوئی اُس کو نہ دیکھ پائے۔ لیکن اُس کو حیرت ہوتی ہے۔ کہ اُس کا باپ اُس کی راہ دیکھ رہا ہے۔ وہ بہت دِنوں سے اُس کا منتظر ہے۔ اور اُمید کے برعکس اُمید کرتا ہے۔ کہ اُس کی محبّت ایک دن اُس کے باغی بیٹے کو گھر کی طرف کھینچ لائیگی۔ آخر جب اُسے تھکا ماندہ دُور سڑک پر آتے دیکھ

ہے۔ تو اُس کی محبّت بھری آنکھیں اِس کو پہچان لیتی ہیں اور بوڑھا
باپ دوڑ کر اُسے ملنے کے لئے جاتا ہے وہ بیٹے کو وہ باتیں کہنے کا موقع
ہی نہیں دیتا۔ جو بیٹا سوچ کر آیا ہے وہ اس کے اس مشورہ پر کہ اُسے
نوکر کے طور پر گھر میں رکھ لیا جائے۔ توجہ ہی نہیں دیتا۔ اُس کا بیٹا
واپس آگیا تھا۔ کوئی پروا نہیں کہ اُس نے کیا کیا اور وہ کس قدر بگڑ چکا
تھا۔ باپ کے دل و دماغ پر جو بات چھائی ہوئی تھی وہ یہ تھی۔ کہ
اُس کا بیٹا واپس آگیا۔ کہ محبّت کی جیت ہوئی۔ پس وہ اُس کو کلیجے
سے لگاتا ہے۔ اُس کو معاف کر دیتا ہے۔ اور اُسے بیٹے کے درجے
پر بحال کرتا ہے۔ اُس کا آنا گویا مُردوں میں سے آنا تھا۔ اُس کا بیٹا
کھو یا گیا تھا۔ وہ مل گیا۔ جو مر چکا تھا وہ پھر زندہ ہو گیا۔ گزرا زمانہ
بھلا دیا گیا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان جو محبّت تھی۔ وہ پھر بحال
ہو گئی۔

یہ خُدا کی تصویر تھی۔ جو ہمارا محبت کرنے والا باپ ہے۔ جو یسُوع
نے کھینچی۔ ایک ایسی تصویر جو مسیحیت کے اور یسوع کے خُدا کے متعلق
کُل خیال کے مرکز میں ہے۔ خُدا کو انسانوں سے جو محبت ہے اُس
کی بنا پر وہ انسانوں پر دباؤ نہیں ڈالتا۔ اُن کی شخصیتوں کے حقوق
پر ڈاکہ نہیں مارتا۔ وہ اُن کو خود انتخاب کرنے کے لئے آزاد چھوڑ
دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ صرف اِسی صُورت میں وہ حقیقی
طور پر وہ ترقی کر سکتے ہیں جو خُدا چاہتا ہے۔ ایک خطرہ ہے۔ انسان
گمراہ ہو سکتے ہیں اور جب وہ غلط انتخاب کر لیتے ہیں اور جب
وہ باغی ہو کر اُس سے دُور چلے جاتے ہیں۔ تو باپ غضبناک ہو کر

اُن پر اپنی برکات کا دروازہ بند نہیں کر دیتا۔ وہ اُن کو وہ چیزیں
برابر دیتا رہتا ہے۔ جن کی اُنہیں ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کی
محبّت اُن کے ساتھ رہتی ہے۔ پروا نہیں کہ وہ سے دُور چلے جائیں۔
اور جب آخر وہ توبہ کرتے اور لوٹ آتے ہیں۔ تو ہمارا آسمانی باپ
اُن کی راہ دیکھتا رہتا ہے اور آنے والے انسان کو جو اپنی برائی
کے باعث بالکل بے پہچان ہو گیا ہوتا ہے۔ فوراً پہچان لیتا ہے۔ اُس
نے اپنی محبّت کے باعث اُسے واپس گھر میں قبول کر لیا اور اُس کو اُس
رفاقت میں لے لیا جو ٹھکرا دی گئی تھی۔ خُدا ایک ایسا باپ ہے جو
محبّت کرتا ہے اور ان کو ہمیشہ قبولنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ جو واپس
آتے ہیں اور اپنے گناہوں سے سچ مچ توبہ کرتے ہیں اور ہمارے محبّت
کرنے والے باپ کو اِس سے زیادہ اور کسی بات سے خوشی نہیں
ہوتی کہ بھٹکا ہُوا واپس آجائے۔ اُس کا ایک بیٹا جو مر گیا تھا۔ وہ
پھر زندہ ہو گیا ہے۔ ہمارے باپ کی محبّت ایسی محبت ہے۔ جو ماضی
کو مٹا دیتی ہے اور آزادی کے ساتھ معاف کرتی ہے۔

ج: ڈھونڈنے والا باپ

مگر یہی نہیں ہے۔ یسُوع نے سکھایا کہ خُدا نہ صرف ایسا باپ ہے
جو محبّت کرتا ہے۔ اور جو اُن کو جو توبہ کرتے ہیں معاف کرنے کے لئے
تیار ہے۔ وہ اس سے آگے جاتا ہے۔ اُس نے سکھایا کہ خُدا ہمارے
باپ کی محبت ایسی ہے کہ وہ نہ صرف راہ دیکھتا رہتا ہے۔ اور توبہ کرنے
والے مُنحرف کا بڑی آرزو کے ساتھ منتظر رہتا ہے بلکہ وہ ایک

ایسا باپ ہے۔ جو منتظر ہی نہیں رہتا۔ بلکہ جو کھوئے گئے ہیں۔ اُن کی تلاش کرتا ہے۔ مُسرف بیٹے کی تمثیل کے ساتھ ہی ہمیں پہلی دو تمثیلیں پڑھنی چاہئیں۔ جو لوقا کی انجیل کے اُسی باب میں ہیں۔ کھوئے ہوئے سکے اور کھوئی ہوئی بھیڑ کی تمثیل۔

اِن میں یسوع ایک قدم اور آگے جاتا ہے۔ کہ ہمارے باپ کی محبت ایسی ہے کہ وہ نہ صرف معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس کوشش میں لگاتا ہے۔ کہ ہم میں توبہ کی رُوح پیدا کرے۔ تاکہ ہم اُس کی معافی کو قبول کر سکیں۔

یسوع دو واقعات لیتا ہے۔ جو اُس کے سُننے والوں کے تجربے میں عام ہوں گے۔ ایک عورت کا گھر میں ایک سکہ گم ہو گیا۔ وہ اُس کی ہر جگہ تلاش کرتی ہے۔ وہ کونوں اور گوشوں میں کھوجتی ہے۔ وہ چراغ جلاتی ہے۔ تاکہ گھر میں اندھیری جگہوں میں دیکھ سکے۔ وہ سارے گھر میں جھاڑو دیتی ہے۔ اور آخر سکہ کو ڈھونڈ لیتی ہے اُس کے پاس صرف یہی ایک سکہ نہ تھا۔ اُس کے پاس نو سکے اور بھی تھے۔ وہ کہہ سکتی تھی "ارے کوئی مضائقہ نہیں۔ میرے پاس بہت کچھ ہے۔ ایک سکہ کون سی بڑی بات ہے۔ جانے دو۔ کون اتنی سر دردی کرے۔" لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ ایک کفایت شعار بیوی تھی۔ اگرچہ اُس کے پاس اور پیسہ بھی تھا۔ تو بھی یہ سکہ قیمتی تھا۔ وہ اُس کو ڈھونڈنے کی پوری کوشش کئے بغیر ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہتی تھی۔ اور آخر جب اُس نے وہ سکہ کھوج لیا تو وہ بہت خوش ہوئی۔ اُس نے اپنی پڑوسنوں کو بلا کر اُنہیں اپنی خوشی میں شریک کیا۔

پھر یسوع نے ایک چرواہے کی کہانی سنائی۔ اِس چرواہے کے پاس سو بھیڑوں کا ایک گلہ تھا۔ جیسا کہ فلسطین میں گڈریوں کا دستور تھا۔ وہ اپنے گلے کی ہر ایک بھیڑ کو جانتا تھا۔ ہر ایک بھیڑ کا اپنا نام تھا۔ ایک دن ایک بھیڑ غائب تھی شام کے وقت جب بھیڑوں کو بند کرنے کا وقت آیا۔ تو صرف ننانوے بھیڑیں موجود تھیں۔ لیکن ایک بھیڑ کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ گڈریا کیا کرتا؟ چلو اگر سو بھیڑوں میں سے ایک چلی گئی تو کیا بگڑ گیا۔ کونسا بڑا نقصان تھا۔ اگر وہ اُس کا کھوج نکالنا چاہتا تو اُس کو جنگل میں جانا پڑتا تھا۔ لیکن یہ خطرناک بات تھی۔ اندھیرے میں جنگل میں اِدھر اُدھر گھومنا موت کو دعوت دینے کے برابر تھا۔ لیکن اُس چرواہے نے یہ رویّہ اختیار نہیں کیا۔ اُس کی ایک بھیڑ کھوئی گئی تھی۔ اُس کو ڈھونڈنا ضروری تھا۔ خواہ یہ کتنا ہی مشکل کام کیوں نہ تھا۔ اُس کی جان جوکھوں میں تھی۔ لیکن کوئی پروا نہ تھی۔ یہ بدقسمت بھیڑ جنگل میں رہ گئی تھی۔ اور اگر چرواہا اُس کی تلاش میں نہ جاتا۔ تو اُس کے بچنے کی اُمید نہ تھی۔ وہ اندھیرے اور اپنے لئے خطرے کی پروا نہ کرتا ہوا جنگل میں چلا جاتا ہے۔ اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا ہے۔ مگر اپنی کھوئی ہوئی بھیڑ کو ڈھونڈ نکالتا ہے۔ اور اُسے گھر لاتا اور اُس جگہ بند کر دیتا ہے۔ جہاں ننانوے اچھی بھیڑیں جو اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتی ہیں۔ موجود ہیں۔ اور وہ اس بھیڑ کو پا کر اِتنا خوش ہے۔ کہ وہ اپنے سارے پڑوسیوں کو جمع کرتا ہے۔ اور اُن کے ساتھ مل کر خوشی مناتا ہے۔

اب یسوع ہمیں بتاتا ہے۔ کہ ایسا ہی ہے۔ خُدا ہمارا آسمانی باپ

وہ ایسا باپ ہے۔ جو اس بات سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ کہ اُس کا کوئی فرزند بھٹک جائے یا ہلاک ہو۔ اور اپنی ہر ایک فرد کیلیے محبّت کے باعث وہ اُن کی کھوج کرتا ہے۔ جو بھٹک جاتے ہیں۔ اُس عورت کی طرح وہ کھوجنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتا۔ خُدا ایسا باپ ہے۔ جو اُن لوگوں کو جو اُس کی محبّت کے دائرے سے نِکل گئے ہیں، واپس لانے کے لئے کوئی بات دریغ نہیں کرتا۔ ہمارا آسمانی باپ چھڑانے والا ہے۔

بعض اوقات خُدا کو دُنیا کا خالق تصوّر کیا جاتا ہے۔ خالق تو وہ ہے۔ لیکن اُسے ایسا خالق تصوّر کیا جاتا ہے۔ جو اپنے کام کو پورا کر کے ایک طرف ہو گیا ہے۔ اور جو کچھ ہو رہا ہے۔ اُس میں بالکل دخل نہیں دیتا۔ اُس نے اپنا کام مکمل کر دیا۔ قانون بنا دئے۔ کام چلا دیا۔ اور اب ایک طرف ہو گیا۔ اُس نے دُنیا بنائی۔ اب وہ آرام کر رہا ہے۔ اور اُس وقت تک آرام کرتا رہے گا۔ جب تک یہ خلقت اپنی منزل طے نہیں کر لیتی۔ اُس کے بعد وہ پھر حرکت میں آئیگا۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے، اُن یہودیوں میں پایا جاتا تھا۔ جو یسُوع کے زمانے میں تھے۔ اُن میں سے اکثر اس بات کے قائل تھے کہ خُدا نے دُنیا کو بنایا۔ وہ اس کی عدالت کرے گا۔ مگر وہ اس میں روز بروز اپنی حضوری کو محسوس نہیں کراتا۔ یسُوع کی خُدا کے بارے میں تعلیم کی ایک ابتدائی خصوصیّت یہ تھی۔ کہ وہ خدا کے خالق ہونے پر بہت کم زور دیتا ہے۔ (یہ تو ایک مسلّمہ حقیقت تھی) لیکن اُس نے اِس بات پر زور دیا کہ خُدا انسانوں سے اور زندگی سے الگ نہیں تھا۔

بلکہ وہ دُنیا میں شدّت کے ساتھ مصروف تھا۔ اور اُس کی مصروفیّت ایک باپ کی مصروفیت تھی۔ جو اپنے کھوئے ہوئے بچّوں کو کھوجنے میں لگا ہوا ہو۔ خُدا جو یسُوع کا باپ ہے وہ گنہگاروں کی تلاش کرتا ہے۔ وہ اس عقیدے سے بھی آگے جاتا ہے۔ جو اُس نے مُسرف بیٹے کی تمثیل میں دیا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ جس حال کہ باپ اپنے رحم کی بنا پر اُن کو جو توبہ کرتے ہیں قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہ بھی سچ ہے۔ کہ وہ لگاتار اُن کو جو کھوئے گئے ہیں ڈھونڈتا ہے وہ کبھی نہیں اُکتاتا اور نہ کھوئے ہوئے کو پانے اور اُس کو جیتنے کے لئے کسی بات سے دریغ کرتا ہے۔ یوں اُس نے خُدا کی شفقت اور مصروفیت کے بارے میں لوگوں کے خیالات کو وسیع کر دیا۔ باپ نہ صرف یہ چاہتا ہے۔ کہ اُس کے بچے اُس کے پاس واپس آجائیں۔ بلکہ اُنہیں ایسا کرنے کی ترغیب دلانے میں وہ خود پہل کرتا ہے۔ خُدا پہلا قدم اُٹھاتا ہے۔ اس میں باپ کو تکلیف اُٹھانا پڑتا ہے۔ جس طرح کہ چرواہے کو جو جنگل میں جاتا ہے۔ تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے۔ کہ جس طرح چرواہا سو میں سے ایک بھیڑ کے لئے دُکھ اُٹھانے کو تیار تھا۔ اِسی طرح خُدا ہمارا باپ اپنے ہر بچے کے لئے دُکھ اُٹھانے کو تیار ہے۔

"جب پطرس نے یسوع کو مشورہ دینے کی جُرأت کی۔ جیسا کہ اور کِسی نے نہیں کیا تھا۔ کہ یسُوع یروشلیم میں جا کر دُکھ اُٹھانے کا ارادہ ترک کر دے۔ تو بیان ہے کہ یسُوع غضبناک ہو کر اُس سے بولا۔ دفع ہو میرے سامنے سے شیطان۔ تو میرے لئے ایک رکاوٹ ہے۔ تیری نظر خدا کی نظر نہیں۔ ایک انسان کی نظر ہے۔ انسان کی بھلائی کے لئے

الٰہی تجویز میں دُکھ اُٹھانا جو مساوی طور پر الٰہی اور بشری تھا۔ لازم تھا یہ اُس قیمت کا ایک حصہ تھا۔ جو انسان کے لئے معافی حاصل کرنے کے لئے ادا کرنا تھی۔ ہم بھی دیکھ سکتے ہیں۔ کہ زندگی اور موت میں یسوع جو دُکھ جھیلتا ہے۔ اُس سے وہ نہ محض اُوپر کو الٰہی محبّت کی طرف جو اُس سے آگے اور اوپر ہے اشارہ ہی کرتا ہے۔ اور وہ اس محبّت کے بارے میں منادی کرتا ہے بلکہ وہ ہماری روحوں پر اس محبت کا سایہ کرتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ انجیل کی امتیازی حقیقت دُکھ اُٹھانے والی زندگی ہے۔ جس میں خود باپ اپنے آپ کو انسان کی خاطر دینے کے لئے حاضر ہے۔ تو ہم ناجائز طور پر بعد کی الٰہیات کے امتیازات قائم نہیں کر رہے بلکہ صلیب کے سامنے اپنے ایمان کے مشاہدات کا اقرار کر رہے ہیں۔ جب یسوع کے شاگردوں نے اِس حقیقت کو سمجھ لیا تو اُن کے خدا کے متعلق بعد کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ جو کچھ اُنہوں نے یسوع سے حاصل کیا۔ اُس سے اُن کی الٰہی محبّت کے بارے میں روایتیں جن کا جلوہ عارضی طور پر ایسی نبوی روحوں میں مثلاً یسعیاہ باب ۵۳ کا مصنف نظر آتا ہے۔ یا جو مرنے اور جی اُٹھنے والے خدا کے متعلق یونانی عقائد میں اظہار کے لئے بے قرار ہے۔ حدِ امکان تک گہری ہو گئیں۔ باپ انسانوں کو چھڑاتا ہے۔ اور اِس کھوج میں وہ دُکھ اُٹھاتا ہے۔

یسوع نے ہمیں سکھایا کہ خدا باپ ایک مشنری ہے۔ اور اِسی بنا پر مسیحی کلیسیا اگر وہ اپنے بانی۔ اپنے سر اور شہنشاہ کی وفادار رہے۔ تو وہ ہمیشہ مشنری کلیسیا ہو گی+

د:۔ خُدا سب انسانوں کا باپ ہے

یسوع نے تعلیم دی کہ خدا ایسا باپ ہے جو اُن کو جو توبہ کرتے ہیں معاف کرتا ہے۔ اور اُن کو قبول کرتا ہے اور کہ وہ اِس قسم کا باپ ہے۔ جو کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈتا اور اِس ڈھونڈنے کے عمل میں دُکھ اُٹھانے کے لئے تیار ہے۔ اُس نے یہ تعلیم دی کہ خدا کی یہ تلاش سب انسانوں کے لئے ہے۔ پُرانے عہد نامہ میں جب خدا کو باپ سمجھا جاتا ہے۔ تو قریب قریب ہمیشہ ہی اِس کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ خدا کے چُنے ہوئے لوگوں کا باپ ہے۔ وہ عبرانیوں کا باپ ہے۔ جو اُس کی خاص چُنی ہوئی قوم ہے۔ کہیں کہیں ہمیں اِس بات کی بھی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ کہ خدا سب انسانوں کا باپ ہے۔ خواہ وہ یہودی ہوتے یا غیر قوم۔ لیکن یسوع میں یہ خصوصی حدود مِٹ گئیں۔ کھویا ہُوا بیٹا۔ کھوئی ہوئی بھیڑ۔ کھویا ہُوا سِکہ۔ کھوئے ہوئے یہودیوں کے لئے علامت نہ تھے۔ وہ کھوئے ہوئے انسانوں کی علامت تھے۔ جو باپ کے کھوئے ہوئے فرزند تھے۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ کہیں ملک اور کس قوم کے تھے۔ خیالات کا وہ میلان جو ہمیں رُوت۔ یُوناہ۔ اور دوسرے یسعیاہ میں ملتا ہے۔ یسوع نے روزِ روشن کی طرح ظاہر کر دیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اُس نے خدا کی عالمگیر ابوّیت   تعلیم دی۔ اُس کی یہودیوں میں ہر دلعزیز نہ ہونے کی ایک وجہ تھی۔

اس کی مثال ہمیں ناصرۃ میں اُس کے استقبال میں ملتی ہے۔ جو لوقا کی انجیل کے چوتھے باب میں درج ہے۔ ناصرت کے یہودیوں نے اس

بات سے بیزاری کا اظہار کیا کہ خدا کو صارپت کی بیوہ یا نعمان سُریانی سے کوئی دلچسپی یا لگاؤ ہو سکتا تھا۔ شاگردوں کو باپ کی اس ہمہ گیر محبت کے مفہوم کو سمجھنے میں کافی وقت لگا۔ بعد میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب پطرس کو کرنیلیس کے ہاں جانے کی دعوت ملی۔ تو وہ از سرِ نو یہ سبق سیکھتا ہے، اور اُس وقت بھی اُس نے یہ سبق صحیح طور پر نہیں سیکھا۔ کلیسیاء میں یہودی پارٹی سے اِس بات کا اعتراف کرانے کے لئے پولُس کو جو خود اِس سچائی کو سمجھ چکا تھا۔ بہت جدوجہد کرنا پڑی۔ مگر یسوع نے اس بات کی بلا مغالطہ تعلیم دی کہ خدا سب کا باپ ہے۔ اور اگر یسوع کی تعلیم کو بے اثر نہیں بنانا تھا۔ تو اس کا واحد نتیجہ وہ رویّہ اور عقاید ہو سکتے تھے جو پولُس نے اپنائے۔ "اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب اور پچھم سے آکر ابراہام اور اضحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہوں گے" (متی ۸: ۱۱) جب رومی صوبیدار یسوع کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُس نے تعجب سے کہا۔ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایسا ایمان میں نے اسرائیل میں نہیں دیکھا" یہ تو سچ ہے۔ کہ مسیح کے بعض اقوال ہیں۔ جو ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ یسوع اپنے آپ کو خاص طور پر یہودیوں کے لئے بھیجا ہوا ہی تصوّر کرتا تھا۔ لیکن اس کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ وہ چاہتا تھا۔ کہ اُس کی اپنی قوم کے لوگ اِس دُنیا میں خدا کی بادشاہی کے آنے کا ذریعہ بنیں۔ باپ کی بادشاہی کی جو رویا تھی۔ وہ عالمگیر رویا تھی۔ یہودیوں کو اس بادشاہی کے مشنری۔ اور باپ کی محبت کے سب لوگوں کے لئے خادم ہونا تھا۔ اگر اُس نے کسی وقت اپنی توجہ صرف یہودیوں پر ہی مرکوز کی

تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اُنہیں اس بڑے کام کے لئے جس کی خدا اُنہیں دعوت دے رہا تھا تیار کرے عین اُسی طرح جس طرح کہ اس نے بعد میں کیا جبکہ اس نے دیکھا کہ اُس کی اپنی قوم اس پیغام پر لبیک کہنے کے لئے تیار نہیں۔ تو اس نے اپنی ساری توجہ ان لوگوں کو تیار کرنے میں لگا دی جو اس کے شاگرد تھے۔ لیکن اس چھوٹے گروہ میں جان سوزی کے ساتھ کام کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ ساری دنیا میں اس بات کی منادی کی جائے کہ خدا سب کا باپ ہے۔ اس کی اپنی قوم نے اس عظیم دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنی قومی تنگ نظر رویا کو ترجیح دیتے رہے۔ اسی کو یسوع بدلنے اور اس کی جگہ باپ کے متعلق عالمگیر رویا پیش کرنے کے لئے آیا کہ خدا سب انسانوں کا باپ ہے۔ وہ سب کو پیار کرتا ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ کس قوم کے۔ کس رنگ کے اور کس نسل کے ہیں۔

۵: ہر شخص کو انفرادی طور پہ پیار کرتا ہے

یسوع نے سکھایا کہ خدا باپ ہر ایک شخص کی فکر کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یسوع بار بار اس قدر و قیمت پہ زور دیتا ہے جو شخص کو خدا کی نظر میں حاصل ہے۔ وہ مردوں اور عورتوں سے ہجوم میں دوستی نہیں رکھتا۔ بلکہ اُس کو ہر شخصِ واحد سے دلچسپی ہے۔ ہر شخص کی اُس کو فکر ہے۔ جس طرح چرواہے کو ایک بھیڑ کی فکر تھی۔ اُس نے خدائے خالق۔ خدائے معمارِ قدرت۔ اس کی قدرت اور قادرِ مطلق ہونے کے بارے میں بہت کم کہا۔ اور اس کے اقوال میں آں

کا اشارہ بھی کم ہی پایا جاتا ہے۔ مثلاً انجیلوں میں یہ خیال بہت کم ملتا ہے جو ہم زبوروں میں پاتے ہیں۔ کہ سمندر خُدا کے ہیں۔ اس کے ہاتھوں نے زمین کو بنایا۔ یسُوع نے ان سب کو ایک مسلّمہ حقیقت ایک مانی ہوئی بات سمجھا۔ اُس کا مقصد ان باتوں پر زور دینا تھا جو زیادہ اہمیّت رکھتی تھیں یعنی کہ خُدا ہر ایک کی پرواہ کرتا ہے۔ جس طرح باپ بچّوں کی کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اُس نے خُدا کے خالق ہونے اور اپنی خلقت پر قادر ہونے کے بارے میں اس سے کہیں زیادہ کہا ہو جتنا کہ تحریروں میں ہم تک پہنچا ہے۔ لیکن یہی حقیقت کہ وہ ہم تک نہیں پہنچا اپنی جگہ پُر معنی ہے۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس کے شاگردوں پر جس بات کا اثر ہؤا وہ تھا خدا کا مردوں اور عورتوں کے ساتھ پدری رشتہ اور اس بات پر زور کہ خُدا ہر شخص کی پرواہ کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہی یسُوع کی نمایاں تاکید تھی۔

معیہ ہوسکتا ہے۔ کہ خدا کی فرد کے لئے فکر اور محبت پر یہ تاکید تسلیم کرنا مشکل ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خُدا کی حقیقی قدر کا بہترین اظہار کرتی ہے۔ اس لئے یسُوع اس کو اتنا زیادہ استعمال کرتا ہے۔ شاید صانع ہمارے دلوں سے بہت دُور ہے۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ بہت مصروف ہے۔ لیکن اگر خدا اتنا عظیم ہے۔ تو اسے اتنا مصروف ہونے کی کیا ضرورت ہے اگر وہ حقیقی باپ ہے۔ تو اسے اپنے بچّوں کے لئے فرصت کیوں نہ ہو۔ یسُوع کہتا ہے۔ کہ اُسے فرصت ہے۔ ایک دوست کے پاس اپنے دوستوں کے لئے فرصت ہوتی ہے۔ باپ کے پاس بچّوں کے لئے فرصت ہوتی ہے۔ اور یسُوع کا اشارہ یہ ہے کہ خدا کے پاس ہمیشہ تُمہارے لئے فرصت ہے" اپنے بچّوں میں سے ہر ایک کے لئے۔ اس شخصی فکر اور محبت پر زور

یسُوع کی خُدا کے بارے میں تعلیم کا بُنیادی خیال ہے "اسی طرح تُمہارا آسمانی باپ نہیں چاہتا کہ ان چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک ہو" (متی ۱۸/۱۴) خدا کو ہر ایک کی مدد کرنے اور ہر ایک کو بچانے کی فکر ہے۔ یسُوع خود مردوں اور عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ میں ایک گروہ کی بہ نسبت ایک فرد کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ اور ایسے کر کے اس نے ہمیں دکھایا کہ خُدا کس طرح عمل کرتا ہے "کیا دو پیسے کی پانچ چڑیاں نہیں بکتیں۔ تو بھی خُدا کے حضور ان میں سے ایک بھی فراموش نہیں ہوتی۔ ۔ ۔ ۔ ڈرو مت تُمہاری قدر تو بہت سی چڑیوں سے زیادہ ہے" (لوقا ۱۲: ۶-۷) شخص کے متعلق کوئی ایسی حقیر بات نہیں ہے جس کی ہمارے خدا باپ کو فکر نہ ہو۔ یہ تھا ایک انقلابی خیال جو یسُوع انسانوں کے دل و دماغ پر نقش کرنا چاہتا تھا۔ یہی ہے سماجی۔ سیاسی۔ اقتصادی مضامین اور مشکلات کے بارے میں مسیحی سوچ وچار کی بُنیاد (یاد ہونی چاہیئے) جس حد تک ہم باپ کے ہمارے ساتھ رتبہ کی اس حقیقت کو سمجھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ اُسی حد تک ہم اس بات کو سمجھتے ہیں۔ کہ مسیحیت حقیقت میں کیا ہے۔ اور یسُوع کی تعلیم اور زندگی کیا ہے۔

"خبردار! ان چھوٹوں میں سے کسی کو ناچیز نہ جاننا کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ آسمان پر ان کے فرشتے میرے آسمانی باپ کا مُنہ ہر وقت دیکھتے رہتے ہیں"۔ (متی ۱۸: ۱۰) نہایت ہی پرکشش و دلفریب الفاظ میں یسُوع پھر اُس قدر و منزلت پر زور دیتا ہے۔ جو فرد کو خدا کی نظر میں حاصل ہے۔ اور اُس دلچسپی اور فکر کا اظہار کرتا ہے۔ جو خُدا ہر ایک کے بارے میں رکھتا ہے۔ کوئی بات نہیں کہ وہ شخص کتنا ہی چھوٹا اور کمزور ہے۔ اور جس کے متعلق ہمارے ذہن میں یہ میلان پایا جاتا ہے۔ کہ اُس کی کوئی حقیقت نہیں۔ خدا باپ کو ہر فرد واحد

کی فکر ہے۔ اور وہ سب کو پیار کرتا ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عام زندگی کے ہر معاملہ میں خدا موجود ہے اور اگر ہماری مرضی ہو۔ تو ہم اس کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ وہ سرو شکتیمان ہے یعنی قادرِ مطلق ہے۔ اس لئے وہ اپنے بچوں میں سے ہر ایک کی مصروفیات میں حصہ لے سکتا ہے وہ ان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔ ان کو دانائی عطا کر سکتا ہے۔ اور ان میں نئی روح پھونک سکتا ہے۔ وہ زندگی کی راہ میں ہم میں سے ہر ایک کا دائمی ساتھی ہے۔ ہمیں یہ چیز نہ صرف یسوع کی تعلیم میں بلکہ اُس کی زندگی میں صفائی کے ساتھ دکھائی دیتی ہے۔ اس کے لئے خدا حقیقی اور قریب تھا۔ اتنا قریب کہ کوئی زمینی ساتھی بھی اتنا قریب نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ دعا اُس کے لئے ایک حقیقی چیز ہے۔ اور یہی کارن ہے کہ دعا ہمارے لئے اکثر اتنی حقیقی نہیں ہوتی۔ ہم محسوس نہیں کرتے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہم سوچتے ہیں۔ کہ وہ بہت دُور ہے۔ اس لئے ہماری دُعائیں بے معنی ہوتی ہیں۔ ان میں حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ لفظوں کی بڑ ہوتی ہیں۔ ہم یوں دُعا نہیں کرتے جیسے ہم کسی شخص سے باتیں کر رہے ہوں جو ہمارے ساتھ حاضر ہے۔ اور جو ہمارے بارے میں ہر بات سمجھتا ہے۔ یسوع کی یہ بات نہ تھی۔ خدا اُس کے لئے حقیقی تھا اور اس کے ساتھ تھا۔

خدا نزدیک ہے خدا یہاں ہے۔ وہ اتنا نزدیک ہے۔ کہ یسوع محسوس کرتا تھا۔ کہ لوگوں کو ضرورت نہیں کہ ان کے درمیان اور خدا کے درمیان کوئی کاہن ہو۔ یا اُن کو خدا کے حضور میں لے جائے۔ خدا سب کچھ آپ کرتا ہے۔ کوئی معاملہ نہیں۔ کھانے اور پہننے کی کوئی بات نہیں۔ روزمرہ زندگی کے کاموں کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات نہیں۔ باپ۔ ماں۔ بیٹا۔ بیوی یا دوست

خواہ کوئی بات کیوں نہ ہو۔ خدا اس میں موجود ہے۔ خدا اس کے بارے میں جانتا ہے۔ خدا کو اس سے دلچسپی ہے۔ خدا کو اس کی فکر ہے۔ اور خدا اس سے لطف اُٹھا رہا ہے۔

"ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں۔ تو بھی تمہارا آسمانی باپ ان کو کھلاتا ہے۔ کیا تم ان سے زیادہ قدر نہیں رکھتے۔ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے۔ اور پوشاک کے لئے کیوں فکر کرتے ہو۔ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں۔ تو بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے اُن میں سے کسی کی مانند مُلبّس نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائیگی ایسی پوشاک پہناتا ہے۔ تو اے کم اعتقادو تم کو کیوں نہ پہنائے گا۔ اس لئے فکرمند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پیئنگے یا کیا پہنینگے۔ تمہارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ تم ان سب چیزوں کے محتاج ہو"۔ (متی ۶: ۲۶-۳۲)

۹۔ خدا گنہگاروں اور راستبازوں دونو کو پیار کرتا ہے

خدا کی پدرانہ محبّت نہ صرف ان لوگوں کے لئے ہی ہے۔ جو اس کو پیار کرتے اور اس کی خدمت کرتے ہیں۔ وہ سب انسانوں کو پیار کرتا ہے جس طرح مُسرف بیٹے کی تمثیل میں باپ اپنے بیٹے کو پیار کرتا ہے۔ گو بیٹا باپ کی محبت کو ٹھکرا کر چلا گیا ہے۔ اور گناہ کی زندگی گزار رہا ہے۔ اسی طرح خدا سب کی۔ گنہگاروں کی اور راستبازوں کی فکر کرتا ہے۔

"لیکن مَیں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو۔ تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو۔ کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے۔ اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔" (متی ۵: ۴۴-۴۵)

ان لوگوں کے ساتھ جو بُرے ہیں اور جو ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ہمارے رویّہ کی بُنیاد خُدا کا ناراستوں کے ساتھ رویّہ ہے۔ وہ رویّہ محبت کا رویہ ہے۔ وہ اپنی برکات کا دروازہ کسی پر بند نہیں کرتا۔ خواہ وہ کتنے ہی بُرے کیوں نہ ہوں۔

بعض اوقات یہ مانا جاتا ہے کہ خُدا ان کا جو اس سے پیار کرتے ہیں باپ ہے۔ لیکن ان کا یہ رشتہ اس رشتہ سے مختلف ہے۔ جب کہ ہم کہتے ہیں کہ خدا سب کا — نیکوں اور بدوں کا — باپ ہے۔ یعنی جب ہم خُدا کو باپ کہتے ہیں۔ تو ہمارے ذہن میں اس لفظ کے دو مختلف معنی ہونے چاہئیں۔ ایک کا مطلب وہ رشتہ ہے جو خُدا ان لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے۔ جو اُسے پیار کرتے ہیں۔ یہ زیادہ گہرا رشتہ ہے۔ اور دوسرے کا مطلب عام رشتہ ہے جو وہ بنی نوع انسان کے ساتھ رکھتا ہے۔ اس میں اس بات کا لحاظ نہیں کہ اُن کے دل میں اُس کے لئے کوئی تعظیم یا خیال ہے یا نہیں یہ عام رشتہ ہے۔ یسوع کی تعلیم اور اعمال میں ہمیں اس قسم کا کوئی امتیاز دکھائی نہیں دیتا۔ سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ ہمیں یسوع نے سکھایا ہے اس سے یہ معنی بالکل ہی اُلٹ ہیں۔ جب مُسرف بیٹا باپ کو چھوڑ کر دُور ملک میں چلا گیا اور بُری زندگی گزارنے لگا تو باپ کے رویہ میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوئی اُسے اپنے بیٹے سے اُسی طرح گہرا پیار رہا۔ گڈریے کی محبت کھوئی ہوئی بھیڑ کے ساتھ کسی طرح کم نہ ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ یسوع نے تعلیم دی کہ خدا سب انسانوں کو پیار کرتا ہے۔ بلا لحاظ اس امر کے کہ ان کا اس کے ساتھ کیا رویہ ہے۔ اور خدا کی محبت میں کسی طرح کی درجہ بندی نہیں ہے۔ خواہ انسانوں کا خدا کے ساتھ رشتہ صحیح ہو یا نہ ہو وہ انسانوں کو پیار کرتا ہے۔ اور اُن کے رویّہ سے اس محبت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ سچ ہے کہ انسان کے رویہ سے اس رشتہ میں جو انسان اور خدا کے درمیان ہے فرق پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ رشتہ کے قیام کے لئے دو کی ضرورت ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک رشتہ کو توڑ دے اور اس دوستی کو ٹھکرا دے جو دوسرا پیش کرتا ہے۔ تو دوستانہ تعلق کا قیام محال ہے۔ لیکن اس سے ضروری طور پر اس شخص کے رویّہ میں فرق نہیں پڑتا۔ جو دوستانہ تعلق کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ تبدیلی دوسرے شخص میں ہوتی ہے۔ خدا کے ساتھ عین یہی بات ہے۔ یہ بات کہ ایک شخص خدا کے پاس آنے سے انکار کرتا ہے۔ اپنی ہی راہ پر جاتا ہے۔ اور اپنی ہی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے پر بضد ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اس رشتہ کے قیام کو ناممکن بنا دیتی ہے۔ جو خدا چاہتا ہے کہ اس کے اور اُس شخص کے درمیان قائم ہو۔ لیکن خدا میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس انسان کے لئے خدا کی محبت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خدا کا اُس شخص کے ساتھ جو عمداً اپنے آپ کو خُدا کی محبت سے بیگانہ کرتا ہے۔ رویّہ ویسا ہی ہے جیسا کہ مُسرف بیٹے کے ساتھ باپ کا۔ یا اس گڈریے کا جس کی بھیڑ کھوئی گئی۔ اُن کی محبت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ خدا کی محبت دو طرح کی نہیں ہو سکتی۔ ایک گنہگاروں کے لئے اور دوسری راستبازوں کے لئے۔ دو قسم کے رشتے ہوں گے۔ لیکن یہ انسان کے رویّہ

کی وجہ سے ہے۔ خدا کی محبت میں کسی قسم کی تبدیلی کی بنا پر نہیں۔ خدا سب کو پیار کرتا ہے۔ اچھوں اور بروں کو۔ اس کی محبت یکساں ہے۔ اور سب انسان اُس کے بیٹے ہیں۔ خواہ اُس کے ساتھ گھر میں ہوں یا نہ۔

دُوسرا باب

خُدا کی طرف سے معافی

یسوع ہمیں ایک قرضخواہ کی کہانی سُناتا ہے۔ جس کے دو قرضدار تھے (لوقا ۷؁) ایک کے ذمے اس کے دس پونڈ تھے۔ دُوسرے کے ذمے سو پونڈ۔ جب اُن کے پاس ادا کرنے کو کچھ نہ تھا۔ تو وہ اس کے پاس آئے۔ اور اس کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ عام قرضخواہ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا تھا کہ اچھا بھئی اگر یہ بات ہے۔ تو میں یہ ساری رقم تمہارے نام پر قلمزن کر دُونگا۔ یسوع نے بتایا کہ اس قرضخواہ نے بالکل اور رویہ اختیار کیا۔ وہ مسکرایا اور اپنے ان دو مُصیبت زدہ ساتھیوں سے کہا۔ کہ اس بات کی تم بالکل فکر نہ کرو۔ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ اُس نے اُن کو وہ قرض ایسی خندہ پیشانی سے معاف کیا کہ یسوع کہتا ہے کہ وہ دونو اُس سے پیار کرنے لگے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ اس کہانی کا یہ انجام ہونا چاہیئے کہ ان دونو نے اس کا سارا قرض ادا کر دیا اور اسے پہلے سے بھی زیادہ محبّت کرنے لگے۔

کتنی اچھی ہے یہ کہانی۔ جس میں معافی اور دوستی کی ایسی اعلےٰ مثال ملتی ہے۔ یہ ہے خدا کی تصویر جو یسوع ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ کہ خدا کس طرح معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور اُس معافی کا انسان کے دل میں کیا ردِ عمل ہوتا ہے۔

مُسرف بیٹے کی تمثیل میں ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ کہ خدا کی محبّت ایسی ہے کہ وہ ہمیشہ توبہ کرنے والے گنہگار کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ خدا ہمیشہ معاف کرنے کو تیار ہے۔ خداوند یسوع کی تعلیم میں اور کوئی بات اس سے واضح

نہیں ہے۔ کہ وہ اس بات کا قائل تھا۔ کہ خُدا نے ہمیشہ اُن کو جو حقیقی طور پر توبہ کرتے اور اس کے پاس آتے ہیں معاف کیا ہے۔ وہ معاف کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ خُدا کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔ اُس کا محبّت کا رویّہ ہمیشہ یکساں ہے اس کی محبّت ہمیشہ اس بات کی منتظر رہتی ہے۔ کہ لوگ اس کے سائے میں آ جائیں۔ خُدا ہمیشہ اس پہلے اشارے کا منتظر رہتا ہے۔ کہ لوگ اُس کی طرف لوٹیں گے۔ اور وہ اس پہلے اشارے سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔

لیسُوع نے نہ صرف کلام سے اس بات کا اظہار کیا کہ خُدا کی معافی ہمیشہ مل سکتی ہے۔ اور کہ وہ ہمیشہ معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔ بلکہ اُس نے اپنے کاموں سے یہ ثابت کر دیا کہ خُدا کا رویّہ کیا ہے۔ (مرقس ۲: ۱-۱۲) میں اس آدمی کی کہانی ہے۔ جس کو فالج کا عارضہ تھا۔ اس کے دوست اسے لیسُوع کے پاس لاتے ہیں۔ لیسُوع نے کہا جا تیرے گناہ معاف ہوئے۔ اس نے اس آدمی اور اس کے دوستوں کے ایمان کو دیکھا اور یہ کافی تھا۔ خُدا کی معافی فوراً اُس آدمی کو ملتی ہے۔ جو اپنے بوجھ سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے گو اُس کو غالباً معلوم نہیں کہ اس کے گناہ اور اس کی بیماری میں کیا تعلق ہے۔ (لوقا ۷: ۳۶-۵۰) میں اس عورت کی کہانی درج ہے۔ جو گنہگار تھی۔ اور شمعون فریسی کے گھر میں لیسُوع کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے۔ یہ عورت اپنی گناہ کی اس زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔ جو اب تک گزارتی رہی تھی۔ اُس کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ وہ گناہ کی دلدل میں دھنسی جا رہی تھی اور وہ گناہ کے بوجھ سے چھوٹ جانا چاہتی تھی۔ اور جب لیسُوع نے دیکھا کہ اُس کو اپنے گناہوں کا کتنا افسوس ہے۔ وہ اُس عورت کو کہتا ہے۔ جا تیرے گناہ معاف ہوئے۔ اُس کے دل میں ہرگز اس بات کے متعلق کوئی سنکوچ (شک) نہیں تھا۔ کہ

جب کوئی شخص اس عورت کی طرح خُدا کے حضور میں آتا ہے۔ تو خُدا قبول کرتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔ (لوقا ۱۹: ۱-۱۰) میں ذکائی کی کہانی پائی جاتی ہے۔ ذکائی اس قسم کا آدمی تھا۔ جو اپنے بھائی انسانوں سے ناجائز فائدہ اُٹھاتا رہا۔ ان کو ستاتا اور ان کو لوٹتا رہا۔ وہ اس قسم کا انسان تھا۔ جس کے بارے میں دیندار اور پارسا یہودی خیال کرتے تھے۔ کہ اس کے لئے کوئی اُمید نہیں ہے۔ وہ برادری سے خارج۔ گیا گزرا انسان تھا۔ لیکن لیسُوع نے دیکھا کہ یہ شخص اپنے گناہوں سے توبہ کر رہا ہے۔ اس توبہ کی بنا پر لیسُوع نے کہا کہ خدا نے اسے معاف کر دیا اور نجات اُس کے گھر آ گئی۔ اس کے اقوال اور افعال سے ہمیں غالب شہادت اس بات کی مل جاتی ہے۔ کہ لیسُوع اِس بات کا قائل تھا کہ خدا کی معافی کو خریدنا یا کسب کرنا نہیں پڑتا۔ بلکہ اس کی منادی کی ضرورت ہے۔ خدا کو مُعاف کرنے کے لیئے آمادہ کرنے کے لئے کوئی قیمت ادا نہیں کرنا پڑتی۔ وہ ہمیشہ ایسا کرنے کے لیئے تیار ہے۔

ایک دلکش تمثیل کے ذریعے (مسرف بیٹا) لیسُوع خدا کی انسانوں کیلئے پدرانہ محبت کا بیان کرتا ہے۔ اس تمثیل کا مقصد زیادہ تر انسان کی خود رائی۔ گناہ۔ مُصیبت توبہ اور خدا کی معافی کو بالتفصیل بیان کرنا نہیں گو ایسا اتفاقیہ طور پر ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کا مقصد زیادہ تر خدا کی طرف سے گنہگار کو کریمانہ طور پر معافی دینے کی حقیقت کو بیان کرنا ہے۔ اس کے مقابلہ میں فریسی خیال کرتے تھے کہ انسانوں کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق سلوک ہونا چاہیئے۔ ہمیں ان حالات کو بھی مدِنظر رکھنا چاہیئے۔ جن کے ماتحت یہ تمثیل کہی گئی (لوقا ۱۵: ۱-۳) لیسُوع اپنی بریّت کے لئے یوں استدلال کرتا ہے۔ کہ وہ لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کر رہا ہے۔ جیسا خدا اُن کے ساتھ کرتا ہے۔ اگر ایک زمینی باپ اپنے کھوئے ہوئے اور بدچلن۔ آوارہ مزاج بیٹے کے لیئے تڑپتا ہے۔

اور اُسے گہری محبت کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ تو آسمانی باپ تو اس سے کہیں زیادہ کرے گا۔

لیکن اگر اس بات کی ضرورت نہیں کہ یہ کہا جائے کہ خدا میں تبدیلی ہونی چاہیئے تو اس بات کی تو ضرورت ہے کہ انسان میں تبدیلی ہو۔ خدا تو ہمیشہ معاف کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ لیکن انسان ہمیشہ اس بات کے لئے تیار نہیں کہ وہ خدا کے پاس آئے اور اُس سے معافی پائے۔

معافی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک شخص توبہ نہ کرے۔ خدا معاف کرنے کیلئے کتنا ہی آرزومند اور آمادہ کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ معاف کر نہیں سکتا جب تک انسان اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرے۔ اور اس سے معافی پانے کے لئے نہ آئے۔

اپنی خدمت کی ابتدا ہی سے یسوع نے توبہ کی ضرورت کی تعلیم دی۔

"یسوع گلیل میں خدا کی بادشاہت کی منادی کرتا ہوا آیا۔ اور یہ کہتا ہوا آیا کہ وقت پورا ہو گیا۔ اور خدا کی بادشاہی آ پہنچی۔ اس لئے توبہ کرو اور خوشخبری پہ ایمان لاؤ" (مرقس ۱ : ۱۴-۱۵) یسوع نے لوگوں کو چیتاونی دی کہ خدا اُن کے ساتھ ہے۔ اور اُسی کا راج اب ہے۔ اُنہیں توبہ کرنا چاہیئے۔ اور اس کی معاف کرنے والی محبت کی خوشخبری کو قبول کرنا چاہیئے۔ مردوں اور عورتوں کو محسوس ہونا چاہیئے کہ اُن کا آسمانی باپ اُنہیں قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ بلکہ منتظر ہے۔ لیکن ان کو آنا چاہیئے۔ ان کو توبہ کرنا چاہیئے۔ خدا کی بادشاہت ان کے درمیان موجود ہے۔ لیکن اُس میں داخل ہونے کے لئے ان کو توبہ کرنی پڑے گی۔ اگر لوگ اس میں داخل ہونے کے لئے محض ایک قدم اُٹھائیں گے۔ تو یہ بادشاہت ان کی ہو گی۔ اسی طرح یسوع نے نیکودیمس کو بتایا کہ بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اُسے

دوبارہ پیدا ہونا پڑے گا۔

پھر جب اس زمین پر یسوع کی خدمت ختم ہونے کو ہوتی ہے۔ وہ پھر اسی بات پر زور دیتا ہے وہ اپنے شاگردوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ میرے نام میں توبہ اور گناہوں کی معافی کی خوشخبری تمام قوموں کو دو اور اس کی ابتدا یروشلیم سے کرو۔ (لوقا ۲۴ : ۴۷) بہترین نسخوں کی رُو سے یہ یوں پڑھا جانا چاہیئے "گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی منادی کرو"۔ یعنی توبہ جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ ایک آدمی کو خدا کی طرف سے معافی ملے ضروری ہے۔ کہ اُس کا رویہ درست ہو۔ یہی ہیں اس بات کے معنی جو اس نے اس وقت کہی جب کہ اس نے ان کو دعا مانگنا سکھایا۔ اور اُس دعا میں ایک درخواست رکھی "ہمارے گناہ ہمیں معاف فرما کیونکہ ہم بھی اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں"

ایک عام خیال یہ ہے۔ کہ یہ درخواست ایک طرح کا سودا ہے کہ یسوع ہمیں خدا کی طرف سے معافی کا یقین دلاتا تھا۔ بشرطیکہ ہم ایک بات کریں۔ یعنی کہ ہم دوسروں کو معاف کریں۔ تو پھر اس کے انعام کے طور پہ خدا ہمیں معاف کرے گا۔ لوقا کی انجیل میں لفظ "کیونکہ" سے جو متی کی انجیل میں "جس طرح" کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ اس خیال کو تقویت ہوتی ہے۔ کہ خدا کی معافی اس بات کے ساتھ مشروط ہے۔ کہ ہم دوسروں کو معاف کریں۔ اس میں تو ایسا دکھائی دیتا ہے۔ کہ ہم خدا کے حضور اس احساس کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ کہ دیکھ ہم نے تو اپنی شرط پوری کر دی۔ اب تو اپنی شرط پوری کر۔

لیکن دعا میں ہم خدا کی اپنے لئے محبت سے اپیل کرتے ہیں۔ اس کی ہمدردی اور بخشش سے اپیل کرتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو خدا کے رحم

پر چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارا باپ ہے۔ جو ہمارے لئے اس حق سے زیادہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ جس کے ہم مستحق ہیں۔ خدا کی معافی کو مشروط کرنے کا مطلب تو یہ ہو گا کہ ہم یسوع کی اس دعا کو اپنے آپ کو راستباز ٹھہرانے والے فریسی کے معیار پہ لے آتے ہیں۔ جس کی خداوند یسوع نے سخت مذمت کی۔

یسوع کی نظر میں توبہ اور معافی کے لئے درخواست دوسروں کو معاف کرنے کی روح سے اتنا گہرا رشتہ رکھتی تھی۔ کہ ان کو جدا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے اس دعا میں دراصل یہ سکھایا کہ ہمارا خدا اور انسان کے ساتھ رویہ ایسا ہو کہ ہم خدا کی معافی حاصل کر سکیں یعنی ہم نے فی الحقیقت توبہ نہیں کی تاوقتیکہ ہمارا رویہ ایسا نہ ہو کہ ہم اُن لوگوں کو جنہوں نے ہمیں نقصان پہنچایا ہے کشادہ دلی کے ساتھ معاف کر سکیں خُدا ہمیں صرف اُسی صورت میں معاف کر سکتا ہے۔ جب کہ ہماری رُوح اور رویہ دونوں راست ہوں دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہم نے حقیقی طور پہ توبہ کی ہو ہماری رُوح اُسی صورت میں درست ہو سکتی ہے جبکہ ہم دوسروں پہ رحم کرنے کو تیار رہوں۔ جب ہم خُدا سے رحم کے لئے درخواست کرتے ہیں تو ہم یہ درخواست بھی کر رہے ہیں کہ ہم میں رحم کی ایسی رُوح ہو کہ ہم خدا کا رحم حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں۔

یسوع نے ایک بار کہا کہ جب ایک آدمی نذرانے لے کر خُدا کے حضور حاضر ہو اور اسے یاد آجائے کہ اُس کے اپنے ہمسائے کے ساتھ تعلقات ٹھیک نہیں تو وہ نذروں کو وہیں چھوڑ کر پہلے اپنے ہمسائے کے ساتھ صلح کرے۔ جب تک وہ اپنے بھائی کو معاف نہ کرے وہ خدا کے حضور

حاضر نہیں ہو سکتا چونکہ اس کے راہ میں کوئی ایسی بات ہے جو کہ اُسے اس حاضری سے روکتی ہے۔ اس نے سچ مچ توبہ نہیں کی اس کی زندگی اس قسم کی ہے کہ وہ خُدا کی برکت حاصل نہیں کر سکتا۔

معافی حاصل کرنے کے لئے ہمیں دوسروں کو معاف کرنا چاہئے۔ اس لئے نہیں کہ خُدا ہماری محنت کا اجر دے بلکہ اس لئے کہ ہماری مرضی اور اس کی مرضی میں ملاپ ہو۔ اگر ہم دوسروں کو معاف کرتے ہیں تو ہم اس قابل ہو جاتے ہیں کہ ہم خُدا کو جب وہ ہم سے کلام کرتا ہے۔ سمجھ سکیں اور اس کی معافی کی برکت حاصل کر سکیں۔

خُداوند کی دُعا میں سارا زور خدا کے ساتھ اندرونی میل ملاپ پر ہے وہ ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم اس کے ساتھ تعاون کریں اُس کی مرضی اور اپنی مرضی بنائیں یہ نہیں کہ اندھا دھند اس کی اطاعت کریں خداوند کی دُعا میں ایک جُملہ ہے جس کی یہودی دُعاؤں میں کوئی نظیر نہیں ملتی یہ چیز وہ ہے جس کا تعلق اس درخواست سے ہے ہمارے گناہ معاف کر ایسا لیتے ہوئے ہمیں یہ اضافہ بھی کرنا چاہئے جیسے کہ ہم دوسروں کے قصور معاف کرتے ہیں۔ اپنے اس عمل سے ہم ویسا کرتے ہیں جیسا خداوند خُود کرتا ہے اور وہ ہماری مدد کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ لوگوں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا ہے۔ کہ خداوند کی دُعا کا مقصد یہی تھا۔

یسوع نے ایک دفعہ ایک تمثیل کہی جس میں اس نے معافی قبول کرنے کے لئے آمادگی اور ہمارے دوسروں کے ساتھ رویّے کی راستی کی ضرورت پر زور دیا تاکہ خُدا کی ہمیں معاف کرنے کے لئے آمادگی اس رشتہ کو جو کہ اہم ہیں اور اس میں ہے بحال کرنے کی صورت اختیار کر سکے۔ یہ تمثیل متی ۱۸: ۲۳-۳۵

میں پائی جاتی ہے ایک خادم کے ذمہ اُس کے آقا کی بڑی رقم ہے جب وہ ادا نہیں کر سکتا تو آقا اسے آزادی سے معاف کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ تمہیں روپیہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خادم چلا جاتا ہے۔ اور اپنے ایک ساتھی خادم سے ملتا ہے جس کے سر اس کی معمولی سی رقم ہے۔ وہ اس کو گریبان سے پکڑ کر اس سے رقم کی ادائیگی کا مطالبہ کرتا ہے۔

جب یہ ساتھی خادم وہی درخواست کرتا ہے جو اس کے قرض خواہ نے ان کے آقا سے کی تھی اور اُس سے ادائیگی کے لئے مُہلت مانگتا ہے۔ تو پہلا نوکر اُس کی ایک نہیں سُنتا اور اس کو قید کروا دیتا ہے۔ تاوقتیکہ وہ قرض ادا نہ کرے۔ پھر یسوع ہمیں بتاتا ہے کہ کس طرح آقا نے جب یہ سُنا تو غضبناک ہو کر معاف نہ کرنے والے نوکر کو قرارِ واقعی سزا دی۔

سچ مچ پہلے آدمی نے اپنے آقا کی معافی کو قبول نہیں کیا وہ ایسا کر نہیں سکتا تھا تاوقتیکہ وہ سچ مچ توبہ نہ کرتا اور اُس نے اپنے ساتھی نوکر کے ساتھ جو سلوک کیا وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے اصلی معنوں میں توبہ نہ کی تھی۔ اس کا رویہ سراسر غلط تھا۔ توبہ کا یہ مطلب ہوتا کہ اُس میں خدا کے ساتھ اور اپنے بھائی انسانوں کے ساتھ رفاقت کی روح پیدا ہو چکی ہے کیونکہ ہم ان دونوں کو جُدا نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے اعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ ہم اپنے بھائی انسانوں کے ساتھ حقیقی رفاقت نہیں رکھتے اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمیں خدا کے ساتھ بھی حقیقی رفاقت حاصل نہیں۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ہمارے دل میں وہ تبدیلی نہیں ہوئی کہ خُدا ہمیں معاف کر سکے معافی قبول کرنے کا مطلب محض یہ سوچنا نہیں کہ ہمارے گناہ معاف ہو گئے اب ہمارے لئے سزا کا خطرہ باقی نہیں رہا اور پھر اس

کے بارے میں سوچنا ترک کر دیں۔ اور جیسے پہلے کیا کرتے تھے ویسے کرتے جائیں۔ خُدا کی معافی کو قبول کرنے کا محض یہ مطلب نہیں کہ گناہ کو تسلیم کر لیا جائے حقیقی معافی یعنی ہماری زندگی میں خُدا کے کام کا پایۂ تکمیل تک پہنچنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہماری زندگی میں یکسر تبدیلی ہو گی ہم میں ایک نئی روح ہو گی نہ صرف خدا کے ساتھ ہمارا ایک نیا رشتہ ہو گا بلکہ ہمارے بھائی انسانوں کے ساتھ بھی ہماری اُن کے ساتھ ایسی رفاقت ہو گی جس سے یہ بات ناممکن ہو جائے گی کہ ہم اُنہیں سات کے ستر دفعہ معاف نہ کر سکیں۔

یسوع یہاں زیادہ یہ تعلیم نہیں دے رہا جیسا کہ وہ دُعاءِ ربانی میں بھی نہیں دیتا کہ خُدا کی طرف سے ہمیں معافی ملنا ہمارے اپنے بھائی انسانوں کو معاف کرنے پر انحصار رکھتا ہے۔ وہ یہ سکھاتا ہے کہ اگر ہمیں خُدا نے معاف کر دیا ہے یعنی کہ اگر یہ عمل ہماری زندگی میں مکمل ہو چکا ہے۔ اور ہم نے اصلی طور پر معافی کو قبول کر لیا ہے۔ تو خُدا کی روح ہماری زندگی میں عملی طور پر کام کریگی اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم آزادی سے اُن لوگوں کو معاف کرینگے جن سے ہمیں نقصان پہنچا ہے۔ ہم ایسا کرتے ہیں کیونکہ ہم نے خدا کی معافی کو قبول کر لیا ہے۔ اور ہم دوسروں کو معاف کئے بغیر رہ نہیں سکتے پہلے خادم نے اپنے آقا کی سخاوت کے مادی فوائد کو قبول کر لیا لیکن اس کی رُوح کو قبول نہیں کیا اس نے سچ مچ توبہ نہ کی یوں معافی کا عمل پورا نہ ہو سکا۔

خُدا کی طرف سے گناہ کی معافی کے بارے میں یسوع کا ایک قول ہے جس سے بڑی مشکل پیدا ہو جاتی ہے یہ قول متی ۱۲ : ۳۱ - ۳۲ میں ملتا ہے۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ آدمیوں کا ہر گناہ اور کُفر تو معاف کیا جائیگا مگر جو کُفر رُوح کے حق میں ہو وہ معاف نہ کیا جائیگا۔ اور جو کوئی ابنِ آدم کے برخلاف

کوئی بات کہے گا وہ تو اُسے معاف کی جائے گی مگر جو کوئی رُوح القدس کے برخلاف کوئی بات کہے گا وہ اُسے معاف نہ کی جائے گی نہ اس عالم میں نہ آنے والے میں۔ تینوں متفقہ اناجیل میں اس کے تین بیان ہیں لیکن اس کے معنی واضح ہیں جو کوئی انسان کو بکتا ہے وہ معاف کیا جائے گا لیکن جو روح القدس کے خلاف بکتا ہے اس کی معافی اُسے نہ ملے گی۔ یعنی ایک گناہ ہے جو خدا معاف نہیں کرے گا۔

وہ موقع جب کہ یسُوع نے یہ بات کہی وہ تھا جبکہ فریسی یہ کہہ رہے تھے کہ معجزے کرنے کے لئے اسے شیطان کی طرف سے قوت ملتی ہے۔ کہ اُس میں سچ مچ شیطان کی روح ہے کہ اسے بدروحوں پر اختیار حاصل ہے۔ درحقیقت اُس میں خود بدروح ہے۔ یسُوع نے اعلان کیا کہ جو خدا کی روح کے کام کو بدروحوں کا کام ٹھہراتے تھے۔ وہ ایسے گناہ کے مرتکب ہو رہے تھے جو ناقابلِ معافی تھا۔ یہاں یسوع کے معانی کو سمجھنے سے قاصر رہنے کا نتیجہ کئی بار دُکھ کا کارن ہوتا ہے۔ اور ایسے مردوں اور عورتوں کی مثالیں ملتی ہیں۔ جو پاگل ہو گئے کیونکہ وہ گمان کرتے تھے کہ وہ ناقابلِ معافی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جب کہ۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ عین یہی حقیقت کہ اُن کو اس کی اس قدر چنتا تھی۔ اس بات کا ثبوت تھی کہ اُنہوں نے ایسا کوئی بات کی ہی نہیں۔

اب ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا ہو گا کہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ جب کہ خدا گناہ معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔ مگر وہ ایسا کر نہیں سکتا۔ تاوقتیکہ انسان کی طرف سے اس کے لئے کوئی ردِ عمل نہ ہو۔ یعنی کہ خدا معافی کے عمل کو پورا نہیں کر سکتا تاوقتیکہ انسان توبہ نہ کرے۔ اور توبہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان میں نیک و بد کو شناخت کرنے کی استعداد ہو۔ وہ اس بات کو محسوس

کرنے کے قابل ہو کہ وہ گناہ کر رہا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ ہے۔ جس سے اُسے توبہ کرنا چاہیے۔

اب فریسی اس نوبت کو پہنچ چکے تھے۔ جہاں ان کے لئے ناممکن ہو چکا تھا۔ کہ وہ نیک و بد میں تمیز کر سکتے جب وہ رحم کے کاموں سے رُوبرو ہوتے تو اُن کو اُنہوں نے شیطانی کام ٹھہرایا۔ جو جلیل بول سے سرزد ہو رہے تھے۔ وہ ساری خوشی اور مسرت جو یسُوع نے مردوں اور عورتوں کو دی اور جو صریحاً خدا کی طرف سے تھی۔ اُنہوں نے شیطان سے منسوب کی اُن کی خطا یہ تھی کہ وہ خالص اچھائی میں سوائے بدی کے اور کچھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ ذہن کی یہ کوئی غیر معمولی حالت نہیں ہے۔ ایک شخص خود انکساری کا اور شرافت کا کام کرتا ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو پکار اُٹھتے ہیں کہ اس سے اس کا کوئی مقصد وابستہ ہے۔ اور اس کے کام کو ہر دلعزیزی حاصل کرنے کی خواہش یا کسی ایسی ہی بُری خواہش کا نتیجہ ٹھہرایا جاتا ہے۔ وہ سادہ اچھائی کو جیسی کہ وہ ہوتی ہے۔ دیکھ نہیں سکتے۔ وہ ہمیشہ اس میں بُرائی ہی دیکھتے ہیں۔ اُن کے دماغوں پر کچھ ایسا پردہ پڑا ہوتا ہے۔ کہ نیکی ان کو بدی دکھائی دیتی ہے۔ یہی شے ہے جسے یسوع روح القدس کے خلاف گناہ ٹھہراتا ہے۔ وہ بے وقوفی کے مجنونانہ الفاظ کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا۔ اس کا اشارہ اخلاقی اندھے پن کی طے شدہ عادت کی طرف تھا۔ ایک شخص جب خدا کے کاموں کی مخالفت پر اُتر آتا ہے۔ اور اصرار کرتا ہے کہ خدا اور اس کی روح کے یہ کام بُرے ہیں۔ تو وہ ناقابلِ معافی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

اب ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یسُوع نے اسے کیوں ناقابلِ معافی گناہ ٹھہرایا۔ یہ بات نہیں کہ کوئی ایسا گناہ ہے جو گناہ کبیرہ ہو اور خدا اسے معاف نہ کر۔

سکتا ہو یا نہ کرنا چاہتا ہو۔ بلکہ یہ کہ ایک آدمی کے لئے ممکن ہے کہ وہ ایسی نوبت کو پہنچ جائے کہ اُس کے لئے ممکن ہی نہ رہے کہ وہ خُدا کی آواز کا خنوا ہو سکے۔ وہ توبہ کر سکے۔ معافی کا ناممکن ہونا خُدا کی طرف سے نہیں بلکہ انسان کی طرف سے ہے۔ انسان کو معافی نہیں مل سکتی کیونکہ اس میں معافی کو قبول لنے کی اہلیت ہی باقی نہیں رہی۔ جب تک انسان میں اچھائی یا نیکی کو تمیز کرنے کی اہلیت رہتی ہے۔ اُس کے لئے اُمید ہے۔ جب تک وہ جانتا ہے۔ کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ برائی ہے۔ اُس کے لئے توبہ کرنے کا امکان رہتا ہے۔ لیکن ایک بار جب اُس کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ وہ بھلائی کو دیکھتا ہے۔ لیکن شناخت نہیں کرتا اور جب اس کا اخلاقی احساس یہاں تک زائل ہو جاتا ہے کہ وہ اچھائی اور برائی میں تمیز ہی نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے لئے توبہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہ متواتر گناہ کا انجام ہے۔ ایک دن آتا ہے۔ جبکہ متواتر (عادی) جھوٹ بولنے والا جھوٹ اور سچ میں تمیز کرنے کی اہلیت کھو بیٹھتا ہے۔ ایک بدکار رسیدہ کار شخص پاکیزگی کا وچار ہی نہیں کر سکتا۔ فریسی اسی نوبت کو پہنچ گئے تھے۔ پس لیسُوع نے کہا۔ کہ ان کو معافی نہیں مل سکتی۔ کیونکہ توبہ کے بغیر معافی نہیں مل سکتی اور جن کی آنکھوں پر سچائی کی طرف سے پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ توبہ کے اہل ہی نہیں رہتے۔

پس لیسُوع کے اس قول میں کوئی بات ایسی نہیں جو اُس کے اس پیغام سے ٹکراتی ہو جو کہ خُدا معاف کرنے کے لئے بالکل تیار رہتا ہے۔ خدا تو معاف کرنے کو راضی ہے۔ مگر اٹک تو انسان میں ہے۔

تیسرا باب

خُدا کے مطالبات

لیسُوع نے تعلیم دی کہ بعض باتیں ہیں جو خدا مردوں اور عورتوں سے طلب کرتا ہے۔ جب وہ اُس کے خاندانی دائرے میں لوٹ آتے ہیں۔ صرف اسی صورت میں جبکہ وُہ مرد اور عورتیں ان مطالبات کو پورا کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ وہ سچ مچ خُدا کے قرب (رفاقت) میں رہتے ہیں۔ اُس کے کام اور مقاصد میں حصّہ دار یا شریک ہوتے ہیں۔ خُدا کی بادشاہت کے شہری (جس کی طرف ہم اگلے باب میں رجوع کریں گے) بعض خصوصیات رکھتے تھے۔ یہ ان لوگوں کے لئے طرۂ امتیاز تھیں جنہوں نے خدا کی معافی کو قبول کیا اور جو سچ مچ اس کے فرزند تھے۔ ہم نے ان کو (خصوصیات) خدا کے مطالبات کہا ہے۔ حقیقت میں وہ مطالبات نہیں۔ بلکہ باپ کے لئے اس محبت کے نشانات ہیں۔ جو آزادانہ دی جاتی ہے۔ وہ راستے ہیں جن میں ہماری عملی زندگی میں ہماری خدا کے لئے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر ہم خدا سے محبت کرتے ہیں۔ اور اس کی خدمت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو یہ خود بخود ہماری زندگی میں پورے ہوتے رہیں گے۔ اور ہمیں یہ خیال بھی نہ آئے گا کہ یہ خُدا کی طرف سے مطالبات ہیں۔

ا۔ خُدا سے ایسی وفاداری جس میں اور کوئی شریک نہ ہو۔

یسوع نے کہا "کوئی شخص دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت۔ یا ایک سے ملا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خُدا اور دولت دونو کی خدمت نہیں کر سکتے" (متی ۶: ۲۴) ہمیں یہ چُننا پڑے گا۔ کہ ہم خُدا کی وفاداری سے خدمت کریں گے یا نہیں۔ اگر ہم خُدا سے وفاداری کو اپنے لئے چُنتے ہیں۔ تو یہ وفاداری قطعی ہونی چاہیئے۔ زندگی میں دو مالکوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ اگر ہم خدا کو اپنا مالک تسلیم کرتے ہیں تو پھر کسی اور کے لئے یا کسی اور چیز کے لئے گنجائش نہیں رہ جاتی۔ یہ صحیح نفسیات ہے۔ جیسا کہ وہ سب اُصول ہیں جن کی تعلیم یسوع نے دی۔ جب تک زندگی میں ایک نصب العین نہ ہو۔ ایک مقصد نہ ہو تو چلن کی حقیقی قوت کا وجود محال ہے۔ جیسا کہ یسوع نے کہا۔ ہماری زندگی کے دو مالک ہونگے اور اس سے حقیقی زندگی ناممکن ہو جاتی ہے۔ اگر خدا ہمارا باپ اور ہمارا مالک ہے۔ تو وہ ہماری وفاداری کا بلا شرکتِ غیر سے مالک ہو گا۔

بسا اوقات ہم عین وہی بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کی ہمیں یسوع نے تنبیہ کی ہے۔ ہم اپنی زندگی کا ایک حصّہ اُسے دیتے ہیں۔ اور اس حصّے کے ساتھ اس کی خدمت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہماری زندگی میں اور مقاصد اور آرزوئیں بھی ہیں۔ جو خدا کی خدمت کرنے کی خواہش کے اَڑے آ جاتی ہیں۔ یہ تو ایسا ہے کہ مُسرف بیٹا باپ کے گھر لوٹ تو آیا مگر اس نے دُور دراز ملک میں بھی اپنے لئے ٹھکانا رکھ چھوڑا۔ جہاں وہ اکثر آ جا سکتا تھا۔ جب ہم ایسا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو وہ رشتہ جو ہم میں اور باپ میں ہونا چاہیئے تباہ

ہو جاتا ہے۔ ہماری زندگیاں کمزور اور بے ثبات رہتی ہیں۔ اور ہم آزمائشوں اور حالات کی لہروں کے تھپیڑے کھاتے رہتے ہیں۔ ہماری زندگی میں ایک غالب جذبہ موجود نہیں ہے۔ خُدا مطالبہ کرتا ہے کہ ہماری زندگیوں میں اس کا کوئی رقیب نہیں ہو گا۔ صرف اسی صورت میں ہم اصلی معنوں میں اس کے بچے ہو سکتے ہیں۔ ہماری مرضی قطعی طور پر اس کے تابع ہونی چاہیئے۔

یسوع نے اس قطعی وفاداری کا ایک اور طرح بھی اظہار کیا۔ جبکہ اُس نے کہا کہ حکموں میں سب سے بڑا حکم یہ ہے۔ کہ تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ۔ (متی ۲۲ : ۲۷) وفاداری جس کا خُدا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ کامل وفاداری ہے جس میں زندگی کی ہر قوت اور اس کا ہر حصّہ خُدا کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے۔ وفاداری ایک ایسی چیز نہیں جو عمل سے بیگانہ ہو۔ یہ ایک سرگرم شے ہے اور قطعی وفاداری جس کا خدا مطالبہ کرتا ہے ایک ایسی شے ہے جس میں زندگی کی ساری قوتوں کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ کافی نہیں کہ ہم دوسرے مالک کی خدمت کرنے سے باز رہیں۔ ہم سے یہ توقع کی جاتی ہے۔ کہ ہم خدا کی خدمت کے لیے اپنی سب قوتوں کا سرگرمی سے ساتھ استعمال کریں۔

یسوع نے توڑوں کی تمثیل میں بھی یہی سبق سکھانے کی کوشش کی۔ ان نوکروں کا جن کو اس نے اپنی طرف سے توڑے دئے۔ ان سے یہ توقع رکھتا تھا۔ کہ وہ ان کو استعمال کریں۔ کچھ نہ کرنا۔ توڑے کو زمین میں دفن کر دینا مالک کے ساتھ غداری کے برابر تھا۔ کیونکہ اس سے اس کے مفاد کو نقصان پہنچتا تھا۔ اسی طرح خدا ہم میں سے ہر ایک کو توڑے دیتا

ہے۔ ہم ان کو جیسا چاہیں استعمال کر سکتے ہیں۔ نیکی کے لئے یا بدی کے لئے۔ لیکن جب ہم باپ کے خاندان میں آجاتے ہیں۔ تو اُنہیں برائی کے لئے استعمال کرنے کا سوال ہی نہیں رہتا۔ اور نہ اُنہیں زمین میں دفن کرنے اور اُنہیں استعمال نہ کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہر چیز جو خدا نے ہمیں عطا کی ہے۔ خدا اُمید کرتا ہے کہ ہم اسے استعمال کریں گے ایسا نہ کرنا اس سے غداری ہوگا۔ ہم خدا اور بستی کی خدمت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یسوع نے یہ بھی تعلیم دی کہ خدا کے ساتھ وفاداری کا یہ مطلب ہے کہ ہم ہر اس شے کو ترک کرنے کے لئے تیار ہوں جو ہمیں خدا کے پاس آنے سے روکتی ہو۔ اس کی سچائی کی تلاش کرنے سے روکتی ہو۔ اور اس کے ساتھ حقیقی رفاقت حاصل کرنے سے روکتی ہو۔ کوئی شے جو ہمارے اور ہمارے خدا کے درمیان حائل ہوتی ہو۔ خواہ اپنے طور پہ اس میں کوئی خرابی نہ ہو۔ اسے ہمیں ہٹانا ہی پڑے گا۔ اس نے اس سوداگر کی کہانی سنائی جو موتیوں کی تلاش میں تھا۔ اسے کئی ایک اچھے اچھے ہیرے مل گئے تھے۔ پھر ایک دن اُسے بہت ہی قیمتی ہیرا مل گیا۔ اُس نے فوراً وہ اچھے اچھے ہیرے بیچ ڈالے تاکہ وہ اس ایک بہت ہی قیمتی ہیرے کی قیمت ادا کرنے کے قابل ہو جائے۔ پس اگر ہم خدا کے اور اس کی سچائی کے وفادار ہیں۔ ہم ہر اس بات کو ترک کرنے کو تیار رہیں گے۔ جو دوسرے درجے کی ہے۔ گو وہ اگر اُسے قیمتی ہیرے کے اعتبار سے نہ دیکھا جائے۔ بذاتِ خود اچھی ہو۔ خدا کے ساتھ وفاداری کا یہ مطالبہ ہے۔ کہ ہم وہ سب کچھ چھوڑنے کے لئے تیار رہیں گے جو ہمیں خدا کے ساتھ رفاقت سے روکتا ہو۔ اور اس کی سچائی دریافت کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہو۔

یسوع نے ایک اور تمثیل اسی حقیقت کی وضاحت کرنے کے لئے بیان کی۔ اس نے بیان کیا کہ ایک بادشاہ نے شادی کی دعوت کا پربندھ کیا۔ اور مختلف لوگوں کو دعوت نامے بھیجے لیکن وقت آنے پر ان سب نے حیلہ سازی شروع کی۔ جو کام وہ کرنا چاہتے تھے وہ بُرے نہیں تھے۔ اپنی جگہ وہ ضروری تھے۔ لیکن اُنہیں دعوت میں حاضری پر ترجیح ملنی چاہئے تھی۔ مدعو مہمانوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے مفاد کو بادشاہ کی دعوت پر ترجیح دی۔ اس طرح خدا ہمیں اپنے خاندان میں شریک ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اگر ہم اس کے وفادار رہیں۔ تو ہمارے اپنے مفاد دوسرے درجے پر آئیں گے۔ اس کی مرضی اور اس کے مقاصد کو اول درجہ دیا جائیگا خدا کے ساتھ وفاداری کا یہ مطلب ہے کہ خدا کی باتوں کو ہماری زندگی میں اول درجہ دیا جائیگا۔

نوجوان دولتمند یسوع کے پاس خدا کی خدمت کرنے کی آرزو لے کر آیا۔ یسوع نے دیکھ لیا کہ اس کی زندگی میں ایک بُت ہے جسے وہ اول جگہ دے رہا ہے۔ وہ دو مالکوں کی خدمت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پس یسوع نے اُسے بتایا کہ وہ اپنی دولت کے ساتھ وفاداری کو ترک کرے اور اپنی ساری زندگی خدا کے قبضہ میں دیدے۔ یہ خدا کا مطالبہ تھا۔ لیکن وہ آدمی ایسا کرنے کے لئے تیار نہ تھا اور وہ غمگین ہو کر چلا گیا۔ دولت اس کی مالک تھی۔ اور وہ اُسے ترک نہیں کر سکتا تھا۔ ہم اُس وقت تک حقیقی خوشی اور مسرت حاصل نہیں کر سکتے۔ جب تک ہم وہ تمام چیزیں نہ چھوڑ دیں جو خدا کی شریک ہیں ہماری زندگی میں اور خدا کے پورے وفادار نہ ہو جائیں۔

۲۔ خلوصِ نیتی:۔ خدا اپنے فرزندوں سے قطعی خلوصِ نیتی کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ پاک ہے۔ اس میں ساری سچائی ہے اور وہ سب جو اس کے ساتھ رہتے ہیں سچے اور خلوصِ نیت ہوں۔ یسوع اس پر بار بار زور دیتا ہے۔ جب ہم پہاڑی وعظ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کس طرح یسوع سننے والوں کے دل پر نقش کرنا چاہتا ہے۔ کہ باہر کی باتوں کو چھوڑ کر اندرونی باتوں کی طرف رجوع ہوں۔ اعمال کے مقاصد پر زور دیں۔ ان اصلی خیالوں کو دیکھیں جو ہمارے دل میں ہیں۔ اُس نے لوگوں کو تنبیہ کی کہ وہ اپنے اچھے کاموں کی نمائش سے باز آئیں۔ شاہراہوں پر خیرات کرنے سے پرہیز کریں۔ کیونکہ اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ لوگ ان کی تعریف کریں ان کی خیرات کا مقصد ہمدردی نہیں تھا۔ بلکہ لوگوں کی طرف سے اپنی تعریف کرانے کی خواہش تھی۔ ان کی نیت میں کھوٹ تھا اور خدا جانتا تھا۔ یسوع نے اُنہیں اپنے مذہب کی نمائش کرنے سے روکا۔ اُنہیں تنبیہ کی کہ وہ ایسی جگہوں میں دُعا نہ کریں جہاں لوگ اُنہیں دیکھ کر ان کی پارسائی کی تعریف کریں۔ اُن کی نیت خراب تھی۔ اور اس بُری نیت کے ہوتے اُن کی خُدا کا قُرب حاصل کرنے کی کوششیں فضول تھیں۔ خدا خلوصِ نیت کا مطالبہ کرتا ہے۔

اِس نکتہ کی وضاحت کے لئے یسوع نے ایک کہانی سنائی۔ کہ خُدا خلوصِ نیت کا مطالبہ کرتا ہے۔ اُس نے کہا کہ دو آدمی ہیکل میں دُعا کرنے گئے۔ ایک کو اپنے اچھے کاموں کا نشہ تھا۔ اور وہ خدا کے حضور اِنہی کا قصہ رٹتا رہا۔ اپنی تعریف کے پُل باندھتا اور اپنا مقابلہ اپنے ساتھی سے کرتا رہا جسے وہ گنہگار کہتا تھا۔ لیکن دوسرا آدمی خُدا

کے حضور جانے سے شرمسار تھا۔ اُس کے دل سے یہی آہ نکلتی تھی کہ خُدا اُس گنہگار پر رحم کرے۔ خدا اُس پر رحم کر سکا۔ پہلا آدمی اپنے آپ کو نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس طرح نہیں دیکھتا تھا جس طرح خُدا اس کو دیکھتا تھا۔ لیکن دوسرے آدمی میں اتنا خلوص تھا کہ وہ اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اسی خلوص نے اسے خدا کی برکت کا انعام دلایا۔

یہی شے ہمیں مُسرف بیٹے کی تمثیل میں دکھائی دیتی ہے۔ مسرف بیٹے کو اپنے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں تھی۔ وہ اس نوبت کو پہنچ چکا تھا کہ اُس کی آنکھیں کھُل گئیں وہ اپنے باپ کے سامنے اقرار کرتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ اور باپ نے اُسے خاندان میں اس کے درجے پر بحال کر دیا لیکن بڑا بیٹا خود ستا تھا اپنے آپ کو راستباز ٹھہرانے والا۔ اسے اپنی کمزوریاں اور سخت دلی دکھائی نہ دے سکی۔ اس لئے اس کے اور اُس کے باپ کے درمیان وہ رشتہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جو باپ اور چھوٹے بیٹے کے درمیان بحال ہو گیا تھا۔ اگر ہمیں خدا کے فرزند ہونے کا درجہ حاصل کرنا ہے۔ تو خدا ہم سے زندگی میں قطعی خلوصِ نیت کا مطالبہ کرتا ہے۔ کہ ہم اپنی نیتوں کا اُس کی پاکیزگی کی روشنی میں امتحان کریں گے اور ہم کبھی یہ کوشش نہ کریں گے کہ ہم وہ بن کر دکھائی دیں جو ہم نہیں ہیں۔ خدا صرف اُنہی کو استعمال کر سکتا ہے۔ جو مخلص ہوں۔

۳۔ ایمان کے مطابق عمل کرنا:۔ درحقیقت یہ بھی زندگی کا خلوص ہے۔ خدا ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اُس کے

مطابق عمل کریں۔ کہ ہمارے قول اور فعل میں دُوری یا بیگانگی نہ ہو
اور یہ پھر ایک ایسی بات تھی جس پر متواتر یسُوع نے زور دیا۔ "جو مجھ سے
اے خداوند اے خُداوند کہتے ہیں اُن میں سے ہر ایک آسمان کی
بادشاہی میں داخل نہ ہوگا۔ مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی
پہ چلتا ہے۔" متی ۷: ۲۱ - جو کچھ ہم کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں۔ خدا اس سے
ہمارا اندازہ نہیں لگاتا بلکہ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ لفظ فضول ہیں۔ عمل
ہی وہ شے ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارا ایمان کیا ہے۔ سچ تو یہ
ہے۔ کہ جب تک ہم ایک بات پر عمل نہ کریں۔ ہم حقیقی طور پر اُسے
نہیں مانتے اور اُسے یسوع خداوند نے تعلیم دی کہ خدا جو کچھ ہم سے
مانگتا ہے وہ الفاظ نہیں بلکہ اعمال ہیں۔ احتجاج نہیں بلکہ عملی خدمت ہے
یسُوع خداوند نے آخری عدالت کی تمثیل (متی ۲۵: ۳۱-۴۶)
میں عین اسی بات کی تعلیم دی اس تمثیل میں خداوند یسُوع مسیح
نے بتایا کہ بادشاہ خدمت کے ان کاموں کی روشنی میں ہمارا فیصلہ
کرے گا جو ہم اپنے بھائی انسانوں کے لیئے کرتے ہیں۔ اِس کہانی میں یہ نہیں
کہا گیا کہ جو آئے اُن سے یہ سوال کیا گیا۔ کہ تم کیا مانتے ہو۔ تم کٹّر اعتقاد
رکھتے ہو یا نہیں بادشاہ نے اُن کی عدالت ان کے کاموں سے کی۔ پس خدا
اُن سے جو اُن کی بادشاہت میں شریک ہوتے ہیں۔ اعمال طلب کرتا ہے۔
بعض اوقات الفاظ کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اگر ان کے پیچھے کام نہ
ہوں تو ان کی کوئی قدر نہیں یسُوع نے ہمیں وہ اعلیٰ نمونہ دیا ہے۔
کہ اس کی زندگی میں اس کے لفظوں کے معنی ظاہر ہوگئے۔ یسُوع پر
کوئی یہ الزام نہ لگا سکا کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اُس پر عمل نہیں کرتا اور

خدام یسُوع کی طرح ہے۔
۴۔ سیکھنے کے لیئے فروتنی اور رضامندی :۔ یسُوع نے کہا۔ "میں تم
سے سچ کہتا ہوں۔ اگر تم نہ پھرو اور بچوں کی مانند نہ بنو تو آسمان کی
بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔ پس جو کوئی اپنے آپ کو اس بچے کی
مانند بنائیگا وہی آسمان کی بادشاہی میں بڑا کیا جائیگا۔ (متی ۱۸: ۳-۴)
ایک شے جس کا خدا ہم سے تقاضا کرتا ہے۔ وہ ہے فروتنی۔ ہم نے دیکھا
کہ کس طرح یسُوع نے اُن دو آدمیوں کی جو ہیکل میں دُعا کرنے گئے کہانی
سناتے وقت یہ بتایا کہ ان میں سے اس آدمی نے جس نے اپنے آپ
کو خدا کے حضور فروتن کیا۔ برکت پائی۔ جب آدمی اترانے لگتا ہے اور
یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے آپ ہی اپنے جوگا ہے۔ تب وہ خدا کا کام نہیں کر
سکتا کیونکہ وہ اپنی ہی من آئی کرتا ہے۔ اور معلوم کرنے کی کوشش نہیں
کرتا کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔ اور خدا ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے۔ کہ ہم
اُس کی مرضی کے مطابق عمل کریں صرف اُسی وقت جب کہ ہم اپنے آپ
کو فروتن کرتے ہیں۔ خدا کی مرضی ہم پر آشکارا ہوگی۔
جب خداوند یسُوع نے شاگردوں کے پاؤں دھوئے تو اُس نے خود انکساری یا فروتنی کی
اعلےٰ مثال پیش کی۔ شاگرد آپس میں یہ جھگڑا کر رہے تھے کہ اُن میں سب سے بڑا کون ہے۔ اُن میں
سے کوئی بھی خادم بننے کیلیئے تیار نہ تھا کیونکہ ہر ایک ڈرتا تھا کہ وہ دُوسروں سے ادنےٰ تصور کیا
جائیگا۔ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ بڑے پن کی نشانی یہ ہے کہ دوسرے اُس کی خدمت
میں کھڑے ہوں۔ خداوند یسُوع نے خود وہ کام کر کے جس سے وہ کتراتے
تھے۔ یہ ظاہر کر دیا کہ وہ کس قدر غلط تھے۔ فروتنی اس بات کا نتیجہ ہے
کہ ہم کلی طور پر خدا کے لیئے مخصوص ہیں۔ کیونکہ اس سے ہم ہر وہ بات کرنے

کے لئے تیار ہو جاتے ہیں جو وہ ہم سے کرانا چاہتا ہے۔ کوئی پروا نہیں کہ یہ کام کتنا ہی ادنےٰ کیوں نہ دکھائی دیتا ہو۔ اور وہ لوگ جو اسے خدا کے معیاروں سے نہیں دیکھتے کتنا ہی ادنےٰ کیوں نہ خیال کریں۔

ایک چھوٹا لڑکا فروتن ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دوسرے لوگ اس سے زیادہ جانتے ہیں فروتنی سے وہ اور سیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اور چھوٹا بچہ ہمیشہ سیکھنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ اُن مختلف چیزوں کے بارے میں چھان بین کرتا رہتا ہے۔ جو وہ دیکھتا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ سوال کرتا رہتا ہے۔ کیوں؟ اور ہر طرح کی چیزوں کے بارے میں سوال پوچھتا رہتا ہے۔ یسوع نے کہا کہ اگر ہم خدا کی بادشاہت کے شریک ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی ایسا ہی فروتن ہونا ہوگا۔ جیسا کہ چھوٹا بچہ ہوتا ہے۔ اور ہم کو سیکھنے کا ویسا ہی شوق ہونا چاہیے جیسا چھوٹے بچے میں ہوتا ہے۔ خدا ہمیشہ ہمیں سکھانے اور ہماری رہنمائی کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن وہ یہ کر نہیں سکتا تاوقتیکہ ہم فروتنی سے سیکھنے کو تیار نہ ہوں۔ ہم بہت زیادہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہر بات جانتے ہیں۔ بہت زیادہ ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہم حق بجانب اور وہ جو ہمارے ساتھ متفق نہیں ہیں غلطی پر ہیں اور اس کا نتیجہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں سیکھتے۔ یہ بات اکثر اُن لوگوں پر صادق آتی ہے جو حد سے زیادہ کٹر ہوتے ہیں۔ ساری سچائی کا اُنہی نے ٹھیکہ لے رکھا ہے دوسرے سب کُفر بکتے ہیں۔ پس وہ اپنے دل و دماغ کو سر بمہر کر لیتے ہیں۔ اور خدا اُن کو کچھ نہیں سکھا سکتا لیکن خدا اپنے روح کے ذریعے ہمیشہ تیار رہتا ہے کہ وہ زیادہ

سے زیادہ سچائی ہم پر ظاہر کرے۔ بشرطیکہ ہم اسے موقع دیں۔ لیکن ایسا کرنے کے لئے ہمیں فروتنی کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا ہم سے فروتنی کا مطالبہ کرتا ہے کیونکہ اس کے بغیر ہم خدا اور اس کی مرضی کے بارے میں علم میں ترقی نہیں کر سکتے۔

۵۔ صلح کرانا:۔ خدا ہم سے یہ طلب کرتا ہے کہ صلح کرانے والے ہوں۔ یسوع نے کہا "مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔" (متی ۵ : ۹) خدا کے خاندان میں کوئی نفرت۔ کوئی فساد۔ کوئی بگاڑ نہیں ہو سکتا۔ خدا کا یہ مقصد ہے کہ مرد اور عورتیں باہمی طور پر صلح اور امن سے رہیں۔ اس لئے ان سب کا جو اس کے مقصد کے پورا ہونے میں اُس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں یہ کام ہے کہ وہ صلح قائم کرانے میں اپنی بہترین کوشش کریں۔ ان لوگوں میں صلح کرائیں جو لڑتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لئے اور شرف نہیں ہو سکتا کہ ہم صلح کرانے میں مدد دیں خدا کے اُن لوگوں کے سپرد جو اس کی بادشاہت میں ہیں صلح کرانے سے بڑا اور کوئی کام نہیں کرتا۔ صلح کرانے والے کامل طور پر اس کے فرزند ہیں۔

یہ کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ صلح سے رہیں۔ ایک بار جب کہ شاگرد آپس میں جھگڑ رہے تھے جیسا کہ وہ اکثر کیا کرتے تھے۔ اور وہ یہ پوچھ رہے تھے کہ اُن میں سب سے بڑا کون ہے تو یسوع نے اُن سے کہا۔ "اپنے میں نمک رکھو اور ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ سے رہو۔" (مرقس ۹ : ۵۰) خدا کا میل ملاپ اور محبت نمک ہے یہ میل ملاپ اور محبت ہم میں ہو۔ تاکہ ہم سب کے ساتھ میل ملاپ سے رہیں۔ ورنہ ممکن نہیں کہ ہم صلح کرانے والے ہوں۔ جب

ہم دنیا پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہم پر واضح ہو جاتا ہے کہ صلح کرانے کا یہ کام کتنا اہم ہے۔ اور کہ یہ کتنا ضروری ہے کہ وہ سب لوگ جو خدا کے وفادار ہیں اس کام میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ تاہم یہ دیکھا جاتا ہے کہ بجائے دوسروں میں صلح کرانا تو رہا درکنار آپس میں ہی لڑنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جب تک ہماری نکیل غصے کے جذبات کے ہاتھ ہے۔ اور ہم اپنے میں جھگڑوں کو رونما ہونے دیتے ہیں۔ ہم خدا کے فرزند ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ پہلے وہ ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ صلح سے رہیں اور پھر ہم اُن لوگوں میں صلح کرائیں جو لڑتے اور جھگڑا کرتے ہیں۔ دنیا کا مفاد اور دلچسپی جھگڑا اور لڑائی کرنے میں ہے۔ خدا کی بادشاہت کے فرزندوں کا مفاد اور دلچسپی صلح کرانے میں ہو۔

اسی وجہ سے یسوع نے کہا۔ کہ ہم اپنے دشمنوں سے پیار کریں۔ اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کریں۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے شاگردوں سے کہا کہ جب کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دو اور مُڑ کر اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دو۔ ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی۔ نفرت اور بدی کو جو صلح کو بھنگ کرتے ہیں۔ مارنے کا یہی طریقہ ہے۔ کہ جو بدی کرتا ہے اس کو سہہ لیا جائے اور اس کے بدلے میں اُس سے پیار کیا جائے اور اس کی خدمت کی جائے۔ صلح (میل ملاپ) قائم کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ ہم لڑائی کے ذریعہ صلح نہیں کرا سکتے گو بعض لوگ ایسا خیال کرتے ہیں۔ صلح اُسی وقت قائم ہو سکتی ہے۔ جب کہ نفرت کا بیج

ناس ہو جائے اور صرف ایک شے جو نفرت کا کھوج مٹا سکتی ہے وہ ہے محبّت۔

۶۔ اعتبار اور اعتماد:۔ خُدا یہ چاہتا ہے کہ ہم اُس پر اعتبار کریں۔ ہم اُس پر ایمان رکھیں۔ یسُوع ایک آدمی کی تمثیل سُناتا ہے۔ جس نے مزدوروں کو کام پر لگایا۔ جن کو اُس نے صبح کے وقت کام پہ لگایا۔ اُنہوں نے اُس کے ساتھ مزدوری ٹھہرالی۔ لیکن اور جو کام پہ دن میں کسی وقت لگے۔ اُنہوں نے کچھ نہ پُوچھا کہ اُن کو کیا مزدوری ملے گی۔ اُن کو مالک پہ بھروسہ تھا کہ اُن کا حق اُنہیں دیگا۔ یسُوع نے سکھایا کہ اس قسم کے بھروسے کا خُدا ہم سے مُطالبہ کرتا ہے۔ وُہ یہ اُمید رکھتا ہے کہ جو کام ہمیں اُس کی طرف سے سپُرد ہوتا ہے۔ اُسے پُورے بھروسے کے ساتھ کریں۔ اور وہ ہمارے لئے وہی کرے گا جو ہمارے لئے دُرست ہے۔ یسُوع نے لگاتار ایمان کی ضرُورت پہ زور دیا۔ اُس نے کہا کہ ہمارا آسمانی باپ جانتا ہے کہ ہمیں کس بات کی ضرُورت ہے۔ اور کہ ہمیں اُس پہ ایمان ہونا چاہئے۔ کہ وہ ہمیں وہی دے گا جس کی ہمیں ضرُورت ہے۔ یہ وُہ اعتماد اور یقین ہے۔ جو ایک چھوٹے بچے کو اپنے زمینی باپ پہ ہوتا ہے۔ ہمیں بھی خدُا پہ ایسا ہی اِعتماد ہونا چاہئے۔ یہ وہ اعتماد ہے جس سے ہم خوف پہ فتح پا لیتے ہیں۔ اِس بات کا خوف کہ پتہ نہیں کہ ہم پہ کیا گزرے۔ دوسرے ہمارا کیا بگاڑ دیں۔ اس بات کا خوف کہ ہمارے عزیزوں کو کچھ ہو جائے گا۔ خُدا یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم میں اتنا ایمان ہو کہ آخر سب باتیں مل کر اُن کے لیے جو اُسے پیار کرتے ہیں بھلائی پیدا کرتی ہیں۔ صرف اُسی صُورت میں جبکہ ہمیں اپنے آسمانی باپ پر یہ بھروسہ ہو۔ ہم اُس کے خاندان

کے شریک ہو سکتے ہیں۔

۷۔ گواہی:۔ خدا ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کی سچائی کی۔ اس کی بھلائی اور اس کی ان برکات کی جو اس نے ہمیں دی ہیں۔ گواہی دیں۔ یسوع نے کہا کہ وہ جو اس کی بادشاہت میں ہیں وہ زمین کا نمک ہیں۔ وہ زمین کے نور ہیں۔ ہمیں اپنا نور لوگوں کے سامنے چمکنے دینا چاہئے تاکہ وہ ہمارے اچھے کاموں کو دیکھ کر ہمارے باپ کی جو آسمان میں ہے تمجید کر سکیں۔ یعنی ہماری زندگی سے خدا کی محبّت اور قدرت کا جو ہماری زندگیوں میں ہے گواہی ملے۔ جب لوگ ہماری زندگی کو دیکھیں گے۔ تو یہ دیکھیں گے کہ خدا نے ہمارے لئے کیا کیا ہے۔ اور وہ ان کے لئے کیا کر سکتا ہے۔ محض ہماری عملی زندگی کے ذریعے ہی یہ ممکن ہوگا کہ ہماری روشنی لوگوں کے سامنے چمک سکے گی۔ بعض موقعوں پر بولنا بھی ضروری ہے۔ لیکن دراصل ہم بولتے زیادہ ہیں۔ ہماری خدا کے لئے حقیقی گواہی ہمارا طریقِ زندگی ہے۔ یہی وہ شے ہے جس کو لوگ دیکھتے ہیں۔ اور اسی کا اُن پر اثر ہوتا ہے۔ لیکن تقریر کے ذریعے یا تحریر کے ذریعے یا اپنی زندگیوں سے خدا ہم سے یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم اُس کے لئے گواہی دیں۔ کیونکہ اُس کے فرزندوں کی طرف سے دی گئی گواہی ایک طریقہ ہے۔ جس کے ذریعے خدا اُن کو جو کھوئے گئے ہیں ڈھونڈھتا اور اپنے پاس واپس لاتا ہے۔ گواہی دینے میں ہمارے لئے یہ شرف ہے کہ ہم نجات بخشی کے کام میں خدا باپ کے شریکِ کار بن جاتے ہیں۔

چوتھا باب

خدا کی بادشاہت

"خدا کی بادشاہت" اُن لوگوں کے لئے جو خداوند یسوع کی تعلیم سُنتے تھے کوئی نئی اصطلاح نہ تھی۔ یہودیوں کے ہاں یہ خیال عام تھا۔ اور یہ اس قسم کا خیال تھا۔ جو یسوع کے زمانے سے پہلے ترقی کے ایک طویل دور میں سے گزر چکا تھا۔ پہلے پہل اِس میں سیاسی معانی داخل تھے۔ بادشاہت کا خیال ایک قومی خیال تھا۔ آخر میں یہ عالمگیر معانی کا حامل ہو گیا۔ یہ محض یہودیوں تک ہی محدود نہ تھا۔ ابتدا میں بادشاہت کا دائرہ محدود تھا۔ آخر میں اس میں کم سے کم خدا کی طرف سے کسی قسم کی حد بندی نہ رہی۔ اس بات کو محسوس کیا گیا کہ خدا کا مقصد ہی وہ شے ہے۔ جس سے اِس دنیا میں اور مردوں اور عورتوں کی زندگی میں معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اِس مقصد میں اُن لوگوں کی نجات بھی شامل ہے۔ جو بُرائی کرتے ہیں۔ خدا کی قدرت اور اس کے قوانین کل بنی نوع انسان پر حاوی ہیں۔ خدا کے اِس قانون کے بارے میں سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ روحانی قانون ہے اور عالمگیر ہے۔

یوں ہمیں معلوم ہوتا ہے جب کہ ہم اس خیال کی تاریخ کا سراغ لگاتے ہیں۔ کہ یہ خیال تین مرحلوں میں سے گزرا ہے اور یہ آسانی سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ اور ہر ایک دَور میں ترقی کا رُخ اس میں گہرے اور روحانی معنے پیدا کرنے کی طرف رہا ہے۔ اور اس کا اطلاق فرد کی زندگی پر سیاسی سے اخلاقی اور اخلاقی سے روحانی معانی حاصل کرتا ہے اور قوم سے اس کا اطلاق فرد پر ہٹتا ہے اور فرد سے اُن سب پر جن کو اپنی ذات کا شعور ہے۔ پہلے مرحلے میں کسی قسم کے اخلاقی امتیاز ذات کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ کل کی کل قوم کو مجرم قرار دے کر اُس پر تعذیر لگائی جا سکتی ہے۔ دُوسرے دَور میں انفرادی چلن کو کسوٹی قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کے روشن سے روشن پہلو کو بھی دیکھا جائے۔ تو فوری عملی ضرورتوں کے لئے یہ ایک ان گھڑ معیار ہے۔ یہ محصول لینے والے اور کسی کو بادشاہت سے خارج رکھنے کے لئے بر سرِ عمل آتا ہے۔ آخری مرحلے میں واحد کسوٹی فرد کی مرضی ہے آیا وہ خُدا کی مرضی کے مطابق ہے یا اس کے خلاف۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کسوٹی کا اطلاق آخر کو خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ کیونکہ دلوں کو تو وہی جانتا ہے۔

جب ہم یسُوع کی خُدا کی بادشاہت کے بارے میں تعلیم پر غور کرتے ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہ بہت زیادہ ایسی تعلیم نہیں دیتا جو بادشاہت کے بارے میں نئی ہو۔ یا جو اُس کی اپنی طرف سے ہو۔ وہ اُن خیالات کو لیتا ہے۔ جو اس کے زمانے میں رائج تھے۔ لیکن وہ ان پر نیا زور دیتا ہے۔ خُدا کا راج یا اُس کی مطلق قدرت

ایسی شے تھی۔ جس کو وہ شدت سے محسوس کرتا تھا۔ یہ اُس کی زندگی میں ایک غالب عُنصر تھا۔ جیسا کہ ہم خدا کی پدریت کے بارے میں دیکھ چکے ہیں۔ خُدا کا راج ایسی شے نہ تھا۔ جس سے وہ محض ذہنی طور پر متفق تھا۔ یعنی جس کے بارے میں اس نے محض یہ کہا کہ وہ اُس کو مانتا ہے۔ بلکہ یہ اُس کی زندگی میں ایک زندہ حقیقت تھی۔ یہی اس کی زندگی کا سہارا تھی۔ خُدا کا راج وہ فضا تھی جس میں وہ رہتا تھا۔ خُدا کی بادشاہت سے اُس کی مُراد یہ تھی کہ وہ کوئی آئندہ کی بادشاہت ہے۔ جس میں ہر کوئی خُدا کی مرضی بجا لائیگا۔ اور اُس کی رفاقت میں رہے گا۔ اس کی تعلیم میں یہ عُنصر بھی تھا۔ لیکن خدا کی بادشاہت سے مقدم طور پر اُس کی مُراد یہ تھی۔ کہ اب اور یہاں خُدا کی مرضی کے تابع زندگی گزاری جائے۔ زندگی پر خُدا کی حکمرانی کو تسلیم کیا جائے۔ اور خُدا سے کامل وفاداری رکھی جائے۔ اس کی تعلیم کا نچوڑ یہ تھا۔ کہ انسان اب اور یہاں یہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ خُدا اُن سے کیا چاہتا ہے۔ اور وہ خُدا کو زندگی کا مالک تسلیم کر سکتے ہیں۔ خُدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کا اس کا مقصد یہی تھا۔

جب ایک آدمی ایسا کر لیتا ہے تو باقی سب باتیں اس کے بعد آتی جائیں گی۔ جب انسان اپنے آپ کو اور اپنی زندگی کو خُدا کے تابع کر دینے کا تجربہ حاصل کر لیتا ہے۔ تو وہ خُدا کی رفاقت اور اپنے بھائی انسانوں کی رفاقت میں داخل ہو جاتا ہے۔ یوں پھل پیدا ہوتا ہے۔ جماعتی زندگی کا۔ جس پر خُدا کی مرضی کا بھی قبضہ ہے۔ جس میں انسان ایک دُوسرے کے ساتھ برتاؤ میں خدا

کی مرضی کی پیروی کرتے ہیں۔ یُوں خُدا کی بادشاہت کے معنی جیسا کہ خُداوند یسُوع نے اس کو پیش کیا یہ تھے ۔ اوّل فرد کی زندگی میں خُدا کی حکمرانی۔ اور پھر اس کے نتیجے کے طور پر جماعت کی زندگی میں خُدا کی حکمرانی ۔

" تیری بادشاہی آئے" کے معنی یوں بیان کئے جا سکتے ہیں۔ کہ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوُری ہوتی ہے ۔ زمین پر بھی ہو۔ پہلی دُعا انسان کی خدُا سے درخواست ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن دُوسری اگر خلوص دِل سے ہو۔ تو خدُا کا اُس شخص پر جو یہ دُعا کرتا ہے دعوٰے بن جاتی ہے۔ اِس کے معنی اوّل یہ ہو سکتے ہیں۔ کہ میری زندگی میں تیری مرضی پوری ہو۔ اور اپنی خدمت کی ابتدا سے آخر تک یسُوع کے لئے خُدا کی بادشاہت کا یہی مقصد تھا ۔ دُنیا کی ساری بادشاہتیں اپنی ساری شان و شوکت کے ساتھ اُس وفاداری کے ہم پلہ نہیں ٹھہرائی جاتی ہیں۔ جو صرف خُدا کا حق ہے ۔ تو خُداوند اپنے خُدا کی عبادت کرنا اور صرف اُسی کی خدمت کرنا یُوں خدمت کا آغاز ہوتا ہے۔ اور جب وُہ ختم ہونے کے قریب ہوتی ہے۔ تو بھی باغ میں یہی آواز سُنائی دیتی ہے " تو بھی میری نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔ بہترین جو دُنیا دے سکتی ہے ۔ اور بدترین جس کی وُہ دھمکی دے سکتی ہیں۔ دونوں کی دونوں اُسے خدُا کے ساتھ وفاداری سے منحرف کرنے میں ناکام ہیں ۔

آسمانی بادشاہ کے ساتھ اس وفاداری اور گرویدگی کی روشنی میں ہی اُن تمام الفاظ اور اقوال کو جو خدا وند یسُوع نے آسمانی

بادشاہت کے بارے میں کہے پڑھے جانے چاہئیں اور اُن کی تاویل کرنی چاہئے بادشاہت کے بارے میں اُس کی مُنادی کا لُب لباب ان الفاظ میں ہے " تیری مرضی پوری ہو"۔ باقی سب اِس کی تفسیر ہے ۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ گو یسُوع خُدا کو بادشاہ کہتا ہے لیکن اُس کے ذہن میں بادشاہ کا وہ خیال نہیں جو ہمارے ذہن میں ایک زمینی بادشاہ کا ہے ۔ وُہ خُدا کی قُدرتِ مطلق کی طرف ضرور اشارہ کرتا ہے۔ مردوں اور عورتوں کی اطاعت پر اُس کا بلا کیسی دُوسرے کی شرکت کے قطعی حق ہے ۔ لیکن یہ حق ایک زمینی بادشاہ کی طرح زورِ بازو یا قوت کی بنا پر نہیں ۔ خدُا کا راج ایک پُر محبّت باپ کا راج ہے۔ ایک مُطلق العنان ڈکٹیٹر کا راج نہیں ۔ جس کے اشاروں پر اس وجہ سے ناچنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اُس کی قوّت کا خوف دِلوں پر چھایا ہوُا ہوتا ہے۔ اکثر خدُا بادشاہ کے بارے میں ہمارے خیالات پر اُن خیالوں کا رنگ چھایا ہوُا ہوتا ہے۔ جو ہم زمینی بادشاہوں کے بارے میں رکھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ وُہ کیا کر سکتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ بات خاص طور پر موجود ہے ۔ کیونکہ بادشاہ کا خیال ایک مشرقی مطلق العنان فرمانروا کا تصوّر سامنے لاتا ہے ۔ جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے ۔ جس کو ہر حالت میں خوش رکھنا لازم ہے اُس کے غُصے کا ہر وقت خوف لگا رہتا ہے ۔ وُہ غُصّے میں آ کر کیا کچھ نہیں کر گزرتا ہے ۔ لیکن اس قسم کا خیال یسُوع کے ذہن سے اور اُس کے خدُا کے ساتھ تعلق سے کوسوں دُور ہے ۔ ضمناً اس بات کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ کہ اُس گیت میں جو اکثر گایا جاتا ہے یعنی "راجا یسُوع آیا"

سچائی کو کس طرح بگاڑ دیا گیا ہے۔ کیونکہ کوئی ایسا شخص ملنا محال ہے۔ جو راجاؤں سے اتنی کم مشابہت رکھتا ہو جتنی یسوع رکھتا تھا) خدا کا راج محبت کا راج ہے اور اس کے قادرِ مطلق ہونے کے باعث اس کی پدریت میں رتی بھر فرق نہیں پڑتا۔

عبرانیوں کے ذہن میں خدا کے بارے میں کچھ ایسا ہی خیال تھا۔ کہ وہ مطلق العنان حاکم ہے۔ کائنات اس کے جلال۔ طاقت اور قدرت کا اظہار کرتی ہے۔ جب پرانے عہد نامے کے مصنفین ہمارے سامنے خدا کے قادرِ مطلق ہونے کی تصویر پیش کرتے ہیں تو وہ دکھاتے ہیں کہ یہوواہ طوفان پر چڑھ کر آتا ہے۔ اور زمین اس کی آمد سے کانپنے لگتی ہے۔ لیکن یسوع کی تعلیم کے ساتھ ہم ایک نئی بادشاہت میں داخل ہوتے ہیں۔ اس کو خدا کی مطلق قدرت طاقت کے پُر جلال مظاہروں میں نہیں بلکہ خدا کی ایک چڑیا کے لئے فکر۔ پھولوں کے لئے خوراک و پوشاک کے مہیا کرنے میں نظر آتی ہے۔ خدا کی قدرت کا اظہار اس کے ہر فرد کے متعلق علم اور ہر فرد کے لئے فکر سے ہوتا ہے۔ انسان کے سر کے بال بھی گنے ہوئے ہیں۔ خدا کی قدرت محبت کی قدرت ہے جو تمام مخلوق کی بھلائی کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ وہ ایک پُر محبت باپ کی اپنے بچوں کے لئے فکر کے مانند ہے۔

جس نظر سے یسوع اسے دیکھتا ہے۔ مادی کائنات زیادہ تر خدا کی محبت کا مظاہرہ کرتی ہے۔ خدا کی تصویر جس میں وہ پھولوں کے لئے پوشاک مہیا کرتا ہے۔ چڑیوں کے لئے خوراک بہم پہنچاتا

ہے۔ ایک ایسے خدا کی تصویر ہے جو خلقت کا خداوند ہے کیونکہ وہ محبت کی بنا پر اپنی تمام مخلوق کا خادم ہے۔ اس قول کا کہ جو تم میں سب سے بڑا ہونا چاہے وہ سب کا خادم ہو۔ آسمانی مقاموں میں کبھی اطلاق ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے گہرے معانی کا اظہار اور اس کا کامل عمل وہاں ہی ہوتا ہے۔

اس سارے خیال کی کنجی اس سادہ حقیقت میں موجود ہے کہ آسمانی باپ اور آسمانی بادشاہ ایک ہی ہے۔ نیز بادشاہت اور پدریت ایک ہی شے ہے۔ جس کو مختلف زاویہ ہائے نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ خدا کی بادشاہت اعلیٰ ترین اور پاکترین معنوں میں پدری حکومت ہے۔ خدا اصلی معنوں میں بادشاہ ہے۔ کیونکہ وہ اصلی معنوں میں باپ ہے۔ اور بادشاہی کا جُوا انسان کے لئے اسی نسبت سے آسان اور ہلکا ہوتا جاتا ہے جس نسبت سے اس بات کو پہچانا جاتا ہے کہ یہ غلامی کا نہیں بلکہ خدمت کا نشان ہے۔ اور وہ خدمت اس قسم کی ہے جیسی کہ بادشاہ جو ہمارا باپ ہے جتنی کرتا ہے اُتنی کراتا نہیں۔

یسوع نے تعلیم دی کہ انسانوں کو چننا پڑیگا۔ کہ وہ کس کے راج میں رہیں گے۔ اُن کے اوپر کسی کا راج ضرور ہوگا۔ یا تو باپ کا راج ہوگا۔ یا شیطان (بدی) کا راج ہوگا۔ ان میں سے ایک یا دوسرے کا ہونا ضرور ہے۔ نیکی اور بدی میں انسان پر قبضہ پانے کے لئے جنگ ہو رہی ہے۔ انسان کو چننا ہے کہ وہ کس طرف ہوگا۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں یسوع نے اس بات پر زور دیا کہ کوئی شخص دو مالکوں کی

خدمت نہیں کر سکتا یہاں پھر یسوع خُدا کی قُدرتِ مُطلق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ آدمی کے لئے یہ نہایت ہی ضرُوری ہے کہ وُہ خدا کے راج کو اپنے لئے چُنے۔ صرف ایسا ہی کر کے وہ اپنے مقصدِ حیات کو اصلی معنوں میں پُورا کر سکتا ہے۔ اس ہی صورت میں اس منشا کو پُورا کر سکتا ہے۔ جس کے لئے خُدا نے اُس کو بنایا ہے۔ اس معاملہ میں کوئی قربانی بڑی نہیں۔ یہ بہتر ہے لنگڑا یا ٹُولا ایک ہاتھ یا ایک آنکھ ہوتے ہوئے خدُا کی بادشاہی میں داخل ہوں بجائے اس کے کہ ہم خدا سے عداوت رکھیں اور آخرکار سراسر ہلاک ہو جائیں۔ خدُا کی آخری فتح کے بارے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ یسُوع کو اس کا پُورا پُورا یقین ہے۔ وُہ جو خدُا کی بادشاہی میں داخل ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ ہلاکت کے فرزند ہو جاتے ہیں۔ پس خُدا کی بادشاہت کی برکات کو حاصل کرنے کے لئے کوئی بھی قیمت زیادہ نہیں۔ اس کو قبول کرنے کے لئے دوستی اور خاندانی رشتوں کو بھی حسبِ ضرُورت قربان کرنا پڑے گا۔ وُہ پیراگراف جن میں یسُوع اِس کے بارے میں سکھاتا ہے اس کی تعلیم میں نہایت زوردار ہیں۔ وُہ لوگوں کو انتخاب کی اہمیّت جتلانا چاہتا تھا۔ یہ انتخاب یعنی خُدا کی بادشاہت میں رہنے کو تیار ہونا باقی سب باتوں سے زیادہ اہمیّت رکھتا ہے۔

جب یسُوع کو پُوچھا گیا کہ حکموں میں سب سے بڑا حُکم کونسا ہے۔ تو اس نے پھر زندگی میں خدُا کی مُطلق قُدرت پر زور دیا۔ یسُوع فوراً بول اُٹھتا ہے کہ وُہ حُکم جو کہتا ہے۔ کہ خُدا زندگی کی ہر بات میں افضل ہے۔" تو خدُاوند اپنے خدُا کو اپنے سارے دل اپنی ساری

جان اور اپنی ساری عقل سے پیار کر"۔ خُدا کامل وفاداری کا مُطالبہ کرتا ہے۔ یعنی اُسے باپ جان کر زندگی پر اُس کی بادشاہت کو تسلیم کرنا۔ یہی ہے ساری نیک زندگی کی بُنیاد۔ یسُوع نے ہمیں دکھایا کہ اپنی آزمائشوں میں اُس نے اِسی بات کا خیال رکھا۔ خُدا کی مرضی وُہ قطعی قانون تھا۔ جس کی کسوٹی پر سارے سوالوں کا فیصلہ ہوتا تھا۔ کوئی عمل۔ کوئی طریقہ جو خدُا کے ساتھ وفاداری میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے وہ ناقابلِ قبوُل ہے۔ تُو خدُاوند اپنے خدُا کی پرستش کرنا اور صرف اُسی کی خدمت کرنا۔ اِس سے سرتابی کی کوئی گنجائش نہیں۔ صرف اُسی صوُرت میں جبکہ خدُا کی بادشاہت کو یوُں قطعی طور پر تسلیم کیا جائے۔ اِنسان آزادی کے ساتھ اُس مقصد کو پُورا کر سکتا ہے۔ جو خدُا اُس کی زندگی میں رکھتا ہے۔

پھر یسُوع نے بادشاہت کے بارے میں کہا وُہ آگئی اور آنے والی ہے۔ وُہ آگئی تھی کیونکہ انسان اُسی وقت خدُا کی بادشاہی کے قانون کو قبوُل کر کے سیدھا اُس بادشاہت میں داخل ہو سکتا تھا۔ نیز یسُوع وُہ خوش خبری لایا جس میں خدُا کی محبّت اور اِس بات کو بیان کیا گیا تھا کہ درحقیقت خدا کی بادشاہت کے کیا معنی تھے۔ اور خدُا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے انسانوں کو صرف خدُاوند کی تعلیم کو قبول کرنے کی ضرورت تھی۔ وہ آنے والی تھی۔ کیونکہ خدُا کا قانون اُس وقت تک پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ہر شخص اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور اُس کی مرضی کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ خدُا کی مرضی کے مطابق عمل کرنا بادشاہت کی آمد کا ظاہرا نشان تھا۔

جتنے زیادہ لوگ اِس قانون کو تسلیم کرینگے اُتنا ہی زیادہ اُن کی اجتماعی زندگی پر اُن کے ایک دوسرے کے ساتھ سلوک پر اس کا اثر ہوگا۔ یوں بادشاہت کا سوسائٹی پر اندرونی اثر اور بیرونی اثر ہوتا ہے۔ اِسی وجہ سے اُس نے اِسے ایک پودے سے تشبیہ دی جو رفتہ رفتہ ایک بڑا درخت بن جاتا ہے۔ جب کہ ایک شخص خدا کی بادشاہی کو فوراً قبول کر سکتا ہے۔ تو بھی اُس کا سوسائٹی پر اثر بتدریج ہوتا ہے۔ جتنے زیادہ لوگ خدا کے قانون کو تسلیم کرینگے۔ یعنی اُس کی بادشاہی میں داخل ہوں گے اتنا ہی زیادہ اُن کا سوسائٹی پر اثر ہوگا۔ اور اُتنا ہی زیادہ جلدی بادشاہت کا بیرونی طور پر قیام ہوگا۔ بعض اوقات یسوع خدا کے اُس اختیارِ اعلےٰ پر زور دیتا ہے۔ جو خدا کو انفرادی طور پر مردوں اور عورتوں کی روحوں پر اس وقت حاصل ہے۔ اور بعض اوقات وہ سماج پر خدا کے اختیارِ اعلےٰ پر زور دیتا ہے۔ یعنی جب مرد اور عورتیں باہم مل کر اس دُنیا میں رہتے ہیں تو اُن کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات پر خدا کا اختیارِ اعلےٰ ہے۔ وہ لوگ جو اپنی اپنی زندگی میں خدا کے قانون کو تسلیم کرتے ہیں وہ ہمیشہ اِس بات کے لئے کوشاں رہیں گے کہ سماج میں اُس کا قانون جاری ہو۔ لیکن یہ عمل تدریج ہے۔ کیونکہ یہ اُس اثر پہ منحصر ہے جو دُوسرے افراد پر ڈالا جا سکتا ہے۔ بادشاہت اُس وقت تک پُورے طور پر سماج میں قائم نہیں ہو سکتی جب تک سماج میں ہر ایک شخص اپنی زندگی میں خدا کی بادشاہت کو قبول نہیں کر لیتا اور اُس صورت میں بھی سوال

پیدا ہوں گے۔ کہ مرد اور عورتیں اپنے سماجی۔ اقتصادی اور سیاسی تعلقات میں اُس بادشاہی کا بہترین اظہار کس طرح کر سکتے ہیں۔

پانچواں باب

خدا کا مقصد

یسوع کو ناقابلِ تبدیل طور پر اور غیر متزلزل طور پر یہ یقین تھا کہ آخر خدا کو فتح ہوگی۔ اور اس کی بادشاہی اِس دنیا میں قائم ہوگی۔ اُس نے ہمیں خدا سے یہ دُعا مانگنا سکھایا "تیری مرضی جس طرح آسمان پر پُوری ہوتی ہے۔ زمین پر بھی ہو"۔ تیری بادشاہت آئے۔ وہ کبھی یہ دُعا نہ سکھاتا۔ اور نہ آپ کبھی یہ دُعا مانگتا۔ اگر اُسے یقین نہ ہوتا کہ یہ خدا کی عین مرضی کے مطابق ہے کہ خدا کا مقصد اِس زمین پر اپنی بادشاہت قائم کرنا ہے۔ جبکہ تمام اُس کے راج کو قبول کرینگے۔ اور اس کی مرضی کو بجا لائیں گے۔ اس دُعا میں یسوع نے ہمیں دکھایا۔ کہ وہ خدا کی مرضی کے بارے میں کیا سمجھتا ہے۔

خدا انسان کی زندگی کے تمام تعلقات پر دھیان دیتا ہے اور اُس کی زندگی کی تمام ضروریات بہم پہنچاتا ہے۔ سوسائٹی اُن طریقوں کے مطابق چلتی ہے۔ جو اُس نے اِس کے لئے مقرر کئے ہیں۔ سب کی تہ میں اُس کی تجاویز کام کر رہی ہیں۔ یوں جب یسوع کو شادی اور طلاق کے بارے میں سوال پُوچھا جاتا ہے۔ تو اپنی صاف صاف سوچ وچار

اور نظر کے طفیل وہ خدا کے مقصد کا اظہار کرتا ہے۔ وہ اس بات کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کہ لوگ کیا کرتے ہیں۔ قوموں میں عام قانون اور عمل کیا ہے۔ بلکہ خدا کا مقصد کیا ہے۔ اور اس کا کیا مطلب ہے۔ خدا نے شادی کا حکم دیا۔ اُس نے اس کی تجویز تیار کی۔ (متی ۱۹: ۴) اگر ہم شادیوں کو اس نظر سے دیکھیں۔ تو اُن کے متعلق ہمارا خیال بہتر ہوگا۔ خدا نے انسانوں کو کھانا دیا۔ اب دیتا ہے۔ اور جو چیزیں وہ دیتا ہے۔ وہ سب پاک ہیں (لوقا ۱۱: ۴۱) ہم باپ کے دسترخوان پر امتناعات Taboos کا اطلاق نہیں کر سکتے۔

یسوع کو خدا کے مقصد کے بارے میں کوئی شک نہ تھا۔ "اے چھوٹے گلے نہ ڈر"۔ اُس نے کہا "کیونکہ تمہارے باپ کو پسند آیا کہ تمہیں بادشاہی دے" (لوقا ۱۲: ۳۲) یہ ویسا ہی خیال ہے جیسا خداوند کی دُعا میں ہے۔ خدا کا مقصد یہ ہے کہ بادشاہی دونوں پہلوؤں سے زمین پر قائم ہو۔ انفرادی طور پر اور مجموعی طور پر۔ اس کے آنے میں دیر ہو سکتی ہے۔ بہت دیر تک گیہوں اور کڑوے دانے ساتھ ساتھ اُگ سکتے ہیں۔ لیکن آخرکار خدا کا مقصد پُورا ہوگا۔ خدا کا صبر بے حد ہے۔ اُس نے انسان کو آزاد مرضی دی ہے۔ انسان کچھ دیر تک خدا کے مقصد میں رکاوٹ پیدا کر سکتا ہے۔ اُسے عارضی طور پر شکست دے سکتا ہے۔ لیکن آخرکار فتح خدا کی ہے اور اُس کی بادشاہی قائم ہوگی۔ یہ چیز یسوع کے خدا کے ساتھ رویے میں بنیادی تھی اور خدا کے ساتھ ہمارے رویہ

میں بھی یہ شے بنیادی ہونی چاہیئے۔

یسوع نے نہ صرف یہ تعلیم دی کہ خدا کا دُنیا میں اور انسانی سوسائٹی میں ایک مقصد ہے بلکہ اُس نے یہ تعلیم بھی دی کہ ہر فردِ بشر کے لیئے خدا کا ایک مقصد ہے "تمہارے باپ کی جو آسمان میں ہے یہ مرضی نہیں کہ ان چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک ہو"۔ (متی ۱۸/۱۴) یسوع نے سکھایا کہ خدا کا یہ مقصد تھا۔ کہ ہر فرد اُس کے فرزندوں کی شرکت میں رہے کہ وہ۔ جیسا کہ یسوع نے ایک اور جگہ فرمایا کہ سب زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔ ہر فرد کے لیئے خدا کا یہ مقصد ہے۔ کہ ہر کوئی خدا کے راج کو تسلیم کرے اور کوئی بھی اُس کی محبت کے دائرہ کے باہر نہ رہے۔ اس سے ہم پھر اُس نقطے پہ لوٹ آتے ہیں۔ جس پہ ہم پہلے ہی غور کر چکے ہیں۔ کہ خدا کی محبت ایسی ہے۔ کہ وہ ہر ایک کھوئی ہوئی بھیڑ کو ڈھونڈنے جاتا ہے۔ تاکہ اُسے واپس لائے۔ ہر ایک زندگی میں اُس کا ایک مقصد ہے۔

یسوع کو یہ یقین تھا۔ کہ خدا نے اُسے دُنیا میں ایک خاص کام کے لیئے بھیجا تھا۔ کہ یہ خدا کا مقصد تھا کہ وہ اس کام کو پورا کرے۔ اس طرح یسوع نے اپنے شاگردوں کو ایک خاص ذمہ داری سپرد کی۔ اس نے اُن کو کرنے کے لیئے ایک خاص کام دیا۔ اور خدا کا یہ مقصد تھا۔ کہ وہ اس کام کو پورا کریں۔ وہ یہ یقین رکھتا تھا کہ ہر شخص کے لیئے خدا کے پاس ایک کام ہے۔ توڑوں کی تمثیل میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یسوع اسی بات کی تعلیم دیتا ہے۔ مالک ہر ایک خادم کو بعض توڑے دیتا ہے۔ لیکن یہ توڑے اُن کو ایک خاص مقصد کے مدِ نظر دیئے

جاتے ہیں۔ اور وہ مقصد یہ ہے۔ کہ وہ توڑے مالک کی خدمت کے لیئے استعمال کیئے جائیں گے۔ اسی طرح خدا ہر ایک فرد کو توڑے دیتا ہے۔ بعض کو وہ پانچ توڑے دیتا ہے۔ بعض کو تین اور کسی کو ایک۔ لیکن سب کو وہ کچھ نہ کچھ دیتا ہے ضرور۔ اور وہ توڑے اس مقصد کے لیئے دیتا ہے۔ کہ اس کی خدمت میں صرف کیئے جائیں۔ اُس کے مقصد کا پتہ اُن توڑوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ جو وہ ہر ایک فرد کو دیتا ہے۔

اُن توڑوں کو ہم ایسے کاموں کے لیئے استعمال کر سکتے ہیں۔ جن سے خدا کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ ہم اُن توڑوں کو اُس کے خلاف لڑنے میں استعمال کر سکتے ہیں۔ یا اپنی ہی خود غرضیوں کے لیئے استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن اُن کوششوں کا نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ صرف اُسی بات کو جو خدا کی مرضی کے مطابق ہے۔ اور اُس کے مقصد کے مطابق ہے۔ پائیداری حاصل ہوگی۔ بیوقوف امیر کی تمثیل میں یسوع نے یہی سبق دیا۔ اُس نے اپنے مال و دولت کو۔ اپنے دماغ کو۔ اپنے موقعوں کو جو اُسے خدا کی طرف سے ملے تھے۔ اپنی خودغرضیوں کے لیئے استعمال کیا۔ اُس کو خدا کا یا خدا کے مقصد کو پورا کرنے کا ہرگز خیال نہیں آتا تھا۔ اور یسوع نے کہا اُس کی تمام کوششیں بے سود تھیں۔ خدا اُس سے اُس کی جان طلب کریگا۔ تو ان توشہ خانوں سے اُسے کیا فائدہ ہوگا۔ آخر کار ہم خدا کے مقصد کو نہیں روک سکتے اور نہ اُس کے مقصد کی جگہ اپنے ہی مقاصد کو رکھ سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں۔ تو ہم آخر کار شکست کھاتے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں پر سے پردہ اُٹھ جاتا ہے۔

خدا کا مقصد ہر ایک فرد کو اور کل سوسائٹی کو نجات دینا ہے۔ اُس کی مرضی یہ ہے کہ ہر فرد اُس کے راج کو قبول کرے اور اُس کے مطابق اپنی زندگی

گزارے۔ اپنی تمام قوتوں کو بادشاہت کی خدمت میں صرف کرے۔ خواہ اس میں کتنی ہی دیر کیوں نہ لگے۔ خواہ انسان اُس سے کتنی ہی برگشتگی اختیار کرے اور اُس کے شریکِ کار بننے سے انکار کرے۔ خدا کا مقصد آخر پورا ہو گا۔

چھٹا باب

خُدا، عبادت اور دُعا

گو خداوند کے زمانے میں فلسطین میں عبادت کے ساتھ بہت سی ایسی باتیں وابستہ تھیں جن سے خداوند یسوع کو اتفاق نہیں تھا۔ تو بھی ہم پڑھتے ہیں کہ وہ ہیکل میں عبادت کرنے جاتا تھا۔ مقدس لوقا ہمیں بتاتے ہیں کہ ہیکل میں عبادت کرنے کے لئے جانا اُس کا دستور تھا (۴: ۱۶) یوں یسوع نے ہمیں دکھایا۔ کہ باقاعدہ مُرتب اور مشترکہ عبادت میں شرکت کرنا ضروری تھا۔ لیکن اِس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی پڑھتے ہیں کہ یسوع دُعا کرنے کے لئے علیحدگی میں چلا گیا۔ خلوتی دُعا اُس کی عبادت کا ایک اہم حصہ تھی۔ اُس کی عبادت کا یہ پہلو وہ بُنیاد تھی۔ جس پر اُس کی زندگی کا ڈھانچا کھڑا تھا۔ خلوتی دُعا کوئی ایسی شے نہیں جس کے لئے الفاظ کی ضرورت ہو۔ یا جو لفظوں تک ہی محدود ہو۔ جس طرح کہ عبادت کے لئے گرجا ضروری نہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس کا روح کے ساتھ تعلق ہے اور یسوع پہاڑی کی چوٹی پر ہیکل کے مقابلہ میں خُدا کے قُرب کو زیادہ محسوس کرتا تھا وہ جگہ جہاں ہم اپنے آپ کو خدا کے رُوبرُو محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ یسوع پہاڑی کی چوٹی پر محسوس کرتا تھا۔ ہمارے لئے عبادت کی جگہ ہے۔

دراصل یسوع نے سامری عورت کو جس نے یہ بحث طلب نقطہ پیش کیا کہ خُدا کی عبادت کہاں ہونی چاہئے۔ بتایا کہ جگہ کو کوئی اہمیّت حاصل نہیں۔ اس کا یروشلیم اور وہاں کی ہیکل یا عبادت کی کسی اور جگہ کے ساتھ بالکل

واسطہ نہیں۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم روح و راستی سے اُسکی عبادت کریں۔ عبادت کا تعلق رُوح سے ہونا چاہیئے (یوحنا ۴: ۲۱-۲۴) یہی بات تھی۔ جو اہم تھی۔ یعنی وُہ روح جس میں ہم خدا کے حضور جاتے ہیں۔ خدا ایسی عبادت چاہتا ہے جو حقیقی اور خلوصِ نیت سے کی جائے اور ایسا ہم کسی بھی جگہ کر سکتے ہیں۔

یسُوع نے اس بات پر بہت زور دیا کہ خدا کی عبادت خلوص نیت سے ہونی چاہیئے۔ اُس نے ہر اُس بات کے خلاف آواز اُٹھائی جس میں اخلاص نہیں تھا اور جس سے ریاکاری کا اظہار ہوتا تھا۔ عبادت میں نمائش سے اصلیت جاتی رہتی ہے اور مُدّعا فوت ہوجاتا ہے۔ اِس لئے وُہ خدا کی نظر میں ناپسندیدہ ہے (متی ۶: ۱-۸) اُس کے زمانے کے مذہبی پیشوا عبادت کی ظاہرہ رسُوم کی پابندی پوری احتیاط کے ساتھ کرتے تھے۔ لیکن اُن کے دل خدا کے حضور دُرست نہیں تھے۔ ظاہرا متقی اور پرہیزگار لیکن باطن میں بدکار۔ خودغرض اور گھمنڈی۔ اس لئے اُن کی عبادت خدا کو پسندیدہ نہ تھی (متی ۲۳: ۲۳-۳۳) جب ہم خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ایک خاص طریقے سے اُس کے رُوبرُو آتے ہیں۔ تو ہم اُس کی حضوری میں ہیں جو پاک ہے۔ اس لئے ہماری عبادت فروتنی کی رُوح میں ہونی چاہیئے۔ یسُوع نے سکھایا کہ خدا کے حضور ہمارا رویّہ یہ ہونا چاہیئے "اے خدا مجھ گنہگار پر رحم کر" راستی سے عبادت کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ فریسی جو دُعا مانگتے وقت اپنے نیک کاموں کی شیخی بگھارتا تھا۔ عبادت نہیں کر رہا تھا۔ وہ تو اپنے آپ کو شاباش دے رہا تھا۔ محصُول لینے والے کی دُعا خلوص بھری تھی اور خدا نے اُس کی مدد بھی کی۔

یسُوع نے اس بات کی بھی تعلیم دی کہ خُدا کی عبادت اس وقت تک بے سُود ہے جب تک کہ اُس کے نتائج اعمال کی صُورت میں ظاہر نہ ہوں۔ فی الحقیقت خُدا کیلئے اور اُس کے جلال کیلئے جو کام کیا جاتا ہے۔ وہ بذاتِ خوُد عبادت ہے۔ وُہ جو بے دینوں کی طرح لفظوں کی رٹ لگاتے ہیں۔ عبادت نہیں کرتے۔ خدا ہمارے الفاظ کی کثرت کی وجہ سے اور ہماری دُعا کی طوالت کی وجہ سے ہماری نہیں سنیگا۔ وہ جو بہُت آواز سے خداوند خداوند پکارتے ہیں مقبول نہ ٹھہرینگے تاوقتیکہ ان سب باتوں کا نتیجہ دُوسروں کی محبّت بھری خدمت نہ ہو۔ ہماری عبادت فضول ہے۔ خدا ہماری نہیں سُنیگا۔ یسُوع نے سکھایا کہ زبانی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ عمل کو دیکھتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ جو کہا گیا تھا۔ اُس میں اخلاص تھا۔ یا نہیں۔ اور خدا بھی ایسا ہی کرتا ہے۔ حقیقی عبادت اُس گھر کی مانند ہے۔ جو ہم نے بہ دکھانے کیلئے چٹان پر بنایا ہے کہ جب ہم خُداوند کہتے ہیں تو جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی ہمارا مطلب ہے۔

دُعا بے شک عبادت کا حصّہ ہے اور نہایت اہم حصّہ ہے۔ اور یسُوع کی عبادت کے متعلق تعلیم کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ خدا سے دُعا کے بارے میں بھی سچ ہے۔ دُعا کا پُر اخلاص ہونا ضروری ہے اگر ہمارے دل میں کسی بھائی کے خلاف کوئی بات ہے تو ضروری ہے کہ پہلے ہم اُس سے نپٹ لیں اور بعد میں خُدا کے حضور جائیں۔ اگر دل میں نفرت ہے تو ہم نہ تو دُعا مانگ سکتے ہیں اور نہ عبادت کر سکتے ہیں کیونکہ ہم اُس کی حضوری میں جا رہے ہیں جو اعلےٰ ترین محبّت ہے جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں حقیقی دُعا کیلئے معاف کرنے کی رُوح لازم ہے۔ صرف اُسی صورت میں جبکہ ہم میں معاف کرنیوالی رُوح ہوگی۔ ہمارا رویّہ ایسا ہوسکیگا کہ خدا ہمیں معاف کر سکے۔ صرف اُسی صورت میں جبکہ ہم میں یہ رُوح ہو۔ ہماری خدا کے حضور رسائی پُر خلاص ہو سکتی ہے۔

دُعا کا مطلب باپ کے حضور میں جانا ہے یسوع نے اپنے شاگردوں کو سکھایا کہ وہ خُدا کو باپ کہہ کر مخاطب کریں اور یہ اس کا دُعا کے بارے میں کلیدی خیال ہے۔ دُعا میں ہم خُدا کو باپ جان کر اُس کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ ہم اُس سے بولتے اور اُس کی آواز سُنتے ہیں۔ خُداوند یسوع اسی طرح دُعا مانگتے تھے۔ اور اسی طرح ہمیں دُعا مانگنا چاہیئے۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم اپنی تمام فکریں اُس کے حضور پیش کریں۔ اس کو ہماری زندگی میں ہر بات کی فکر ہے اور ہر بات سے اس کو دلچسپی ہے۔ پس کوئی ایسی چھوٹی بات نہیں جسکے بارے میں ہم خدا باپ سے بات چیت نہ کر سکیں۔

اس کے ساتھ ہی خداوند نے نہایت صفائی کے ساتھ یہ ظاہر کیا کہ جب ہم دُعا مانگتے اور خدا سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری مدد کرے اور ہماری ضرورتوں کو پورا کرے تو ہمیں یہ یاد رکھنا ہوگا کہ "تیری مرضی پوری ہو"۔ جب یسوع نے سخت جانکنی کی حالت میں یہ دُعا مانگی "یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔ اُس نے یہ دُعا بھی مانگی تو بھی میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو"۔ خُدا جانتا ہے کہ ہمارے لئے کونسی بات اچھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اُس کا مقصد بہترین طور پر کس طرح پورا ہو سکتا ہے۔ ہمارے ناتمام علم اور درخواستوں کے ساتھ اس دُعا کا دُہرایا جانا ضروری ہے "تیری مرضی پوری ہو"

یسوع نے دو پڑوسیوں کے بارے میں ایک کہانی سُنائی۔ اُن میں سے ایک دوسرے کے پاس آدھی رات کے وقت روٹی مانگنے گیا۔ اُس شخص کو روٹی کی خاص ضرورت تھی اور اگرچہ اُس کا پڑوسی اُٹھنا اور اُسے روٹی دینا نہیں چاہتا تھا۔ مگر وہ مانگتا ہی گیا۔ آخر دوسرا چارپائی سے اُٹھ گیا۔ اور اس سے پیچھا چھڑانے کیلئے اُسے روٹی دی۔ یسوع نے کہا کہ ایک شخص جو اپنے آرام میں خلل اندازی کو پسند نہیں کرتا۔ آخر وہ کام کرتا ہے جبکہ اُس سے لگاتار درخواست کی جاتی ہے تو خدا جسکے آرام میں خلل کا سوال نہیں پیدا ہوتا جو ہمیشہ سُننے اور مدد دینے کے لئے تیار رہتا ہے کتنا زیادہ ہماری سُننے

کیلئے تیار نہ ہوگا۔ نامہربان ہمسائے کا مقابلہ ہمارے محبت کرنیوالے باپ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جب اس قسم کا شخص دینے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ تو خدا دینے کیلئے کتنا زیادہ تیار نہ ہوگا۔ (لوقا ۱۱: ۵-۸) یسوع نے بے انصاف قاضی کی کہانی بھی سُنائی۔ جس نے آخر اُس بیوہ کا جو بار بار اس کے پاس آکر درخواست کرتی ہے۔ انصاف کیا۔ اس کہانی میں بھی یسوع یہی سبق سکھا رہا تھا۔ (لوقا ۱۸: ۱-۸)

دُعا میں لگے رہنا یا استقلال ضروری ہے۔ خُدا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کیا ہم فی الحقیقت آرزومند ہیں۔ دُعا کی پُشت پر ایسا ایمان ہونا چاہیئے جو ہمیں مایوس نہ ہونے دے۔ ہمارا استقلال اس بات کی علامت ہے کہ جو کچھ ہم مانگتے ہیں ہم فی الحقیقت اُس کے آرزومند ہیں۔ دُعا میں استقلال سے ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے دل میں اُس کی برکت کے حصول کی خواہش میں کوئی شک نہیں۔

پس جو کچھ خُداوند یسوع دُعا کے بارے میں سکھاتا ہے اُس سے اس بات کی وضاحت ہو گی کہ خُدا سے اس کا کیا مطلب ہے یہ بیّن تاریخی حقیقت ہے کہ یسوع جو ابنِ الحقیقت ہے۔ دُعا پر ایمان رکھتا ہے۔ اُس نے لوگوں کو دُعا مانگنے کیلئے کہا۔ خود دُعا مانگی۔ علی الصبح وہ صحرا میں چلا جاتا تھا۔ (مرقس ۱: ۳۵) شام کو وہ دیر تک پہاڑی پر دُعا کے لئے ٹھہرا رہتا تھا۔ (مرقس ۶: ۴۶) ہجوموں سے تھک کر جو ہر وقت اُسکے ساتھ لگے رہتے تھے۔ وہ علیحدہ ہو جاتا۔ اور دُعا میں لگا رہتا۔ شاگردوں کو چُننے سے پہلے وہ دُعا مانگتا ہے (لوقا ۶: ۱۲) جب ستر تبلیغی دورے سے لوٹتے ہیں۔ تو وہ خدا کا شکریہ ادا کرتا ہے (لوقا ۱۹: ۲۱) اناجیل میں اُس کی ایسی دُعاؤں کا بھی ذکر ہے جن کے بارے میں ہم کہینگے کہ اُن کا کوئی جواب نہ ملا۔ بارہ کو بُلانے سے پہلے جو دُعا کی گئی اُس سے یہوداہ خارج نہیں ہے۔ گتسمنی میں کی گئی دُعا کے باوجود پیالہ نہیں ٹلتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

ہمیں خداوند کی اُن دُعاؤں سے جن کا جواب نہیں ملا سبق سیکھنے کی ضرورت ہے بیشک اگر وہ دُعائیں منظور ہو جاتیں یعنی اُن معنوں میں منظور جیسا ہم سمجھتے ہیں تو انجیل ہمارے لئے آتی پُرمعنی نہ ہوتی اور اِس حقیقت کو اگر ہم اُس کی دُعا کے متعلق تعلیم اور باپ کی مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کیلئے رضامندی کی روشنی میں دیکھیں تو اس سے ہماری کئی مشکلیں حل ہو جائینگی۔ لیکن یسوع کو بالکل شک نہیں تھا کہ دُعا کا جواب نہ ملیگا۔ مانگو تو تم کو دیا جائیگا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھولا جائیگا (لوقا ۱۱: ۹) بالکل ذومعنی قول نہیں ہیں۔ اور یہ اُس کی طرف سے ہیں جس نے اپنے تجربے پر بھروسہ کیا۔ یہ قابلِ غور بات ہے کہ یسوع کے دُعا کے بارے میں اقوال کی پُشت پر اُس کا تجربہ ہے اس میں ہمیں اُس کا خدا کے بارے میں واضح علم دکھائی دیتا ہے۔

ہمیں ایک بار پھر کہنا چاہئے کہ سب سے زیادہ یسوع کا خدا کا مفہوم اہمیت کی چیز ہے اس بات میں اور باتوں کی طرح ہم اس کے الفاظ کا مُستعمل سے استعمال کرتے ہیں مگر اُن الفاظ میں اُس کے مفہوم کا اظہار نہیں کرتے۔ یُوں ہم معنوں کا اتنا خُون کرتے ہیں۔ کہ ہمارے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔ کیا باپ اپنے بیٹے کو اگر وہ مچھلی مانگے تو اُسے سانپ دیگا۔ یا روٹی کی جگہ اس کو پتھر دیگا؟ یہ بات ہمارے خیال میں نہیں آسکتی۔ خُدا کیا خُدا اِس سے کم کریگا؟ یہ بات باپ اور بیٹے کے رشتے سے تعلق رکھتی ہے۔ خدا کی محبت سے اس کو نسبت ہے اس خیال میں یسوع وہ معنی پیدا کرتا ہے جسکو سمجھنے کی نہ تو ہم میں بصیرت ہے اور نہ محبت ہے "تمہارا باپ جانتا ہے کہ تمہیں اِن سب چیزوں کی ضرورت ہے"۔ وہ اُس معاملہ کے متعلق جس کو ہماری نظر میں بہت اہمیت حاصل ہے کہ ایک زمینی باپ کونسی چیز اپنے سے اُٹھا رکھتا ہے تو پھر آسمانی باپ کیا کچھ نہ دیگا یسوع کہتا ہے وہ بڑے پیمانے پر یہ چیزیں دیگا۔ اپنے آپکو دیگا قصہ مختصر وہ اپنے چھوٹے سے چھوٹے فرزند کیلئے بھی اپنی تمام معموری کیساتھ مل سکیگا۔ ہمیں یہ سوچنا ہوگا کہ یسوع کیلئے اکوپینٹ کے کیا معنی ہیں اور اسکے ساتھ کون کونسی باتیں وابستہ ہیں +

